سایہءدیوار



امجد جاوید

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

سایۂ دیوار



امجد جاوید



سایہ دیوار

انسان ہر دور میں مجبوریوں کے ہاتھوں بے بس ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ انسان کی آزمائش بھی ہوتی ہے۔ جو آمائش میں کامیاب ٹھہرتے ہیں، زندگی انہیں نوازتی ہے۔ دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے والے لوگ بھی اسی جہاں میں ہیں اور اسی دنیا میں دوسروں کو سہارا دینے والے بھی موجود ہیں۔ اپنی ذات، مجبوریوں اور دنیاوی مسائل سے لڑنے والی ایک لڑکی کی کتھا۔

وہ دونوں سڑک کنارے کھڑی ارد گرد پھیلا ہوا سنسان ویرانہ دیکھ کر ششدر رہ گئی تھیں۔ یوں جیسے کچھ کہنے کو لفظ ہی گم ہو گئے ہوں۔ چند لمحے پہلے تک بس کا شور چند لمحے ہوا میں گھلا رہا پھر وہ بھی ختم ہو گیا۔ انہیں ماحول میں سناٹے کا احساس تب ہوا، جب بس انہیں سامان سمیت اُتار کر آگے بڑھ گئی۔ دونوں ہی اپنے چاروں طرف دیکھ رہیں تھیں۔ دور دور

تک کہیں فصلیں تھیں اور زیادہ ریتلی زمین تھی۔ چھوٹی چھوٹی خودرُو جھاڑیاں اور درخت تھے۔ آدم زاد نام کی کوئی شے انہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ فارحہ نے گھبرا کر اس طرف دیکھا، جدھر بس گئی تھی۔ سیاہ خالی سڑک نے اس کی گھبراہٹ مزید بڑھادی۔ اس نے پہلے سے ٹھیک حجاب کو پھر سے درست کیا اور ماورا کے چہرے پر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کہاں آ گئے ہم؟" فارحہ کے لہجے میں احتجاج کے ساتھ ساتھ خوف پوری طرح عیاں تھا۔ مائرہ نے ہوا سے اُڑتے ہوئے اپنے گیسو قابو میں کرتے ہوئے اعتماد سے کہا

"ایسا ہونا تو نہیں چاہئے، ممکن ہے ہم غلط جگہ پر اتر آئی ہوں۔"

"غلط جگہ، کیا مطلب؟" فارحہ نے دہلتے ہوئے پوچھا

"حوصلہ رکھو، کیا ہو گیا ہے تمہیں۔" ماورا نے اس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے سکون سے کہا اور پرس میں سے اپنا سیل فون نکال کر نمبر دیکھنے لگی۔ چند لمحوں بعد اس نے نمبر پش کئے اور رابطے ہوتے ہی بولی

"بھئی کہاں ہو، یہاں تو کوئی سائین بورڈ نہیں لگا ہوا؟" یہ کہہ کر وہ دوسری طرف سے کچھ سننے لگی، پھر اچھا کہہ کر کال بند کر دی۔

"کیا ہوا؟" تجسس سے بھرپور لہجے میں فارحہ نے پوچھا تو مائرہ اسے سمجھانے لگی

"یہ جہاں ہم اترے ہیں، بس والے نے ہمیں غلط اتارا ہے، وہ سٹاپ جہاں ہم نے اترنا تھا، وہ یہاں سے دو کلو میٹر آگے ہے۔ وہ شخص"....

"اب کیا ہو گا؟" اس نے مائرہ کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولی

"ریلکس۔! ہونا کیا ہے، وہ شخص، جس نے ہمیں پک کرنا ہے، بس اسے یہاں تک آنا ہے، یہی کوئی پانچ سات منٹ میں اور ہم اس کے ساتھ چلے جائیں گے۔ وہ ہمارے انتظار میں وہاں کھڑا ہے۔"

" اوہ، میں تو ڈر گئی تھی۔" فارحہ نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا تو مائرہ ہنستے ہوئے بولی

"اس میں تمہارا قصور بھی نہیں ہے میری جان، تم پہلی باریوں باہر نکلی ہو۔ اور ہاں یہ بات بات پر ڈرنا چھوڑ دو، ہم نے یہاں تین ماہ تک رہنا ہے۔ بہادر بنو اور اپنا یہ ڈر اور خوف کسی پر بھی عیاں نہیں ہونے دو، ورنہ تمہیں مزید ڈرایا جائے گا۔"

"اوکے۔" فارحہ نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ چند لمحے بعد وہ بولی، "دیکھو، کتنا ویران علاقہ ہے، دور دور تک کوئی آدم زاد دکھائی ہی نہیں دے رہا۔ کچھ عجیب سا ماحول نہیں ہے کیا؟"

"اچھا ہے۔" ماورا نے اپنی رو میں کہا

"کیا مطلب؟" اس نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا

"مطلب یہ کہ تھوڑی دیر ہی کے لئے سہی، مرد کی آنکھوں سے تو بچے رہیں گے۔ آزادی سے سانس لو، بے دھڑک، کسی خطرے کے بغیر، ورنہ پھر آدم زاد سے چھپتی پھرو گی۔" مائرہ نے ہلکا سا قہقہ لگاتے ہوئے کہا تو فارحہ کو اس ویرانے میں بھی زندگی کا احساس ہوا۔ اس لئے مسکراتے ہوئے بولی

"وہی نا، تم اپنے فیمینسٹ ہونے کے اظہار کا موقعہ نہیں جانے دیتی، فٹ سے"....

"اچھا، اپنا سامان دیکھ لو، کہیں کچھ بس میں تو نہیں رہ گیا۔" مائرہ نے سڑک کنارے پڑے سامان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔ وہ اپنے فیمینسٹ ہونے پر بحث نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"پورا ہی ہے۔" اس بار فارحہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں اعتماد تھا، وہ خود پر قابو پا چکی تھی۔

ماورا سڑک کے کنارے کھڑی، کبھی ادھر کبھی اُدھر دیکھتے ہوئے باتیں کر رہی تھی۔ اس کے پاس کھڑی فارحہ بھی خاموش سے سن رہی تھی۔ تبھی ایک طرف سے سفید کار آتی ہوئی دکھائی دی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ ان کے پاس آرکی۔ ادھیڑ عمر ڈرائیور نے تصدیق کر کے ان کا سامان رکھا۔ وہ پچھلی نشست پر بیٹھ گئیں تو ڈرائیور نے کار گھمائی اور چل پڑا۔

کافی سارا ویران راستہ تھا، اس کے بعد ہریالی آنا شروع ہو گئی۔ پھر ایک نہر کے ساتھ ساتھ چلنے لگے، یہاں تک کہ وہ ایک تجرباتی فارم میں آ گئے، جس میں ایک ریسٹ ہاؤس بھی تھا۔ جس کے پورچ میں کار آن رکی۔

"جگہ تو کافی شاندار ہے۔" ماورا نے کار سے نکل کر ایک طویل سانس لیتے ہوئے حیرت کہا تو فارحہ نے بھی یہی محسوس کیا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے سامان سمیت دونوں لاؤنج میں تھیں۔ ان کے پاس وہاں کی ملازمہ رجّاں آن کھڑی ہوئی تھی۔ اپنا تعارف کروانے کے بعد اس نے پوچھا

"آپ ایک ہی کمرے میں رہیں گی یا الگ الگ؟"

"اگر کمرے زیادہ ہیں تو الگ الگ دے دو، ورنہ ایک ہی ٹھیک ہے، لیکن پہلے کھانے کا کچھ کر دو۔" ماورا نے تیزی سے کہا

"کھانا بن گیا ہوا ہے، آپ فریش ہو کر آ جائیں۔" رجّاں نے کہا اور جتنا سامان اٹھا سکتی تھی وہ اٹھا کر چل دی۔ باقی سامان لئے وہ اس کے پیچھے ہو لیں۔

ماورا اور فارحہ، ایک این جی او کے لئے کام کر رہی تھیں۔ اس این جی او کے عورتوں کے حقوق سے متعلق چند بڑے عالمی سطح کے پراجیکٹس تھے۔ این جی او کو اس دور افتادہ علاقے میں ایک سروے کرنا تھا۔ یہاں آنے پر کوئی تیار ہی نہیں ہو رہا تھا۔ پہلے تو فارحہ خود بھی یہاں

آنے پر راضی نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن جب سیلری کے علاوہ ایک بڑے پیکج کی آفر ہوئی۔ یہ آفر اس کی زندگی میں کافی حد تک آسانی لاسکتی تھی۔ سو یہ سروے کرنے کے لئے وہ یہاں آگئی تھی۔ماورا یہاں کیوں آئی تھی،اس بارے وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔

اگرچہ وہ صحرائی علاقہ تھا۔ان کے ذہن میں یہی تھا کہ جب وہ یہاں آئے گیں تو ریت،ٹیلے اور ویرانی سے واسطہ پڑے گا۔ وہ خود کو اس کے لئے تیار بھی کر چکی تھیں مگر یہاں آتے ہی جس ریسٹ ہاؤس میں انہیں رہنے کو جگہ ملی،اسے دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی تھیں۔ وہ سرسبز و شاداب ایک تجرباتی فارم تھا جہاں سیاہ ہرن اور تلیر پالے جاتے تھے۔اس میں مصنوعی جنگل کے ساتھ ایک پارک بھی تھا جو سو ایکڑ سے بھی زیادہ رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔وسیع سرسبز و شاداب لان،ہر طرح کے درخت، پھولوں بھرے پودے، مصنوعی جھیل،اور ان سب کے درمیان ایک خوبصورت، آرام دہ، سہولیات کے ساتھ ریسٹ ہاؤس۔ ارد گرد کے علاقوں سے لوگ وہاں پر تفریح کے لئے آتے۔ سارا دن موج مستی کر کے واپس لوٹ جاتے۔ جیسے ہی شام پڑتی پارک میں سناٹا چھا جاتا۔ وہاں ریسٹ ہاؤس کی دیکھ بھال کے لئے مالی، چوکیدار، خانساماں اور اس کی بیوی رجّاں سب تھے۔ وہ وہیں بنے کوارٹروں میں رہتے تھے۔اس ریسٹ ہاؤس کا جو فاریسٹ آفیسر تھا، وہ وہاں سے تھوڑی دور اپنی مختصر سی فیملی کے ساتھ رہتا تھا۔ پارک کے لئے مخصوص ملازمین سر شام ہی چلے جاتے تھے۔انہیں یہاں آ کر لگا جیسے شور

شرابے والی زندگی سے نکل کر پر سکون مقام پر آگئی ہوں۔ماورا ابھی بہت خوش تھی۔این.جی او کی طرف سے مہیا کی گئی گاڑی انہیں صبح لے جاتی۔وہ دن بھر اپنا کام کر تیں شام کو گاڑی انہیں چھوڑ جاتی۔انہیں امید تھی کہ تین ماہ میں یہ کام مکمل ہو جائے گا۔یہی ان کا ٹارگٹ وقت تھا۔وہ دونوں بہت خوش تھیں۔

ایک شام ریسٹ ہاؤس کے کاریڈور میں بیٹھی وہ باتیں کر رہی تھیں۔ تبھی ماورا نے خوشگوار لہجے میں کہا

"یار ایک ہفتہ ہو گیا ہے یہاں آئے ہوئے۔ پتہ ہی نہیں چلا، کتنا سکون ہے یہاں پر۔"

"میں دیکھ رہی ہوں، تم بہت خوش ہو یہاں پر۔" فارحہ نے کہا تو وہ بولی

"یار بات یہ ہے کہ ہم یہاں خوشی سے تھوڑا آئی ہیں، ہمارا مقصد پیسہ کمانا ہے، ہماری ضرورتیں ہیں۔ جنہیں ہم نے پورا کرنا ہے۔ورنہ کون گھر کا سکون چھوڑ کر باہر دھکے کھاتا ہے ۔اب کام تو کرنا ہے، جس کے پیسے ملنے ہیں۔اب اتفاق یہ ہے کہ یہاں ہمیں رہنے کو اچھا مل گیا، یہ قدرت کی طرف سے ہماری مدد ہے۔" ماروا نے تلخی سے کہا

"ہاں، یہ تو ہے، اگر ہماری ضرورتیں نہ ہوتیں، تو شاید اس سے بھی بڑے پیکج پر بھی ہم یہاں نہ آتیں، یا پھر نوکری ہی نہ کرتیں۔" فارحہ نے بے بسی سے کہا

"لیکن ایک بات ہے فارحہ، زندگی جو ہمیں دے رہی ہیں، جہاں قدرت نے ہمیں رکھا ہوا ہے، اس پر تو ہمارا اختیار نہیں لیکن یہ تو ہمارے بس میں ہے نا کہ ہم خوش رہیں، ان حالات کے ساتھ حوصلے اور صبر کے ساتھ لڑیں۔ حالات کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کرتے رہیں، بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہیں۔" ماروا نے جذباتی لہجے میں کہا

"ہاں یہ تو ہے، ورنہ حالات ہمیں دبا کے رکھ دیں گے۔" فارحہ نے اس کی بات کو سمجھتے ہوئے کہا

"ہم انسانوں کے رویے کو حالات کہہ کر فرار لے لیتے ہیں۔ کتنی بے بسی ہے۔" ماروا نے تلخی سے ہنستے ہوئے کہا۔ ممکن ہے فارحہ کوئی جواب دیتی، انہی لمحات میں اس کا سیل فون بج اٹھا۔ اس کے چہرے پر ایک دم سے خوشی آ گئی۔ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں فارحہ سے معذرت چاہتے ہوئے کہا

"ارباز ہے۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے تھوڑا دور چلے گئی۔ فارحہ اس کے بارے میں سوچنے لگی۔

ماورا، ایک ایسے سرکاری افسر کی بیٹی تھی، جس نے کبھی کرپشن نہیں کی تھی۔ اس نے کبھی رشوت نہ لی۔ سو وہ اس نظام میں ایک فالتو آفیسر کی طرح ہمیشہ ایسی جگہوں پر رہا جہاں مال بنانے کی گنجائش ہی نہیں ہوتی تھی۔ اس نے وہی سرکاری مراعات لیں، جن پر وہ اپنا حق

سمجھتا تھا۔ وہ اپنے بیوی اور چار بچوں کے ساتھ بہت خوش اور مطمئن زندگی گزار رہا تھا۔ بچے پڑھتے لکھتے بڑے ہوتے چلے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ضرورتیں بھی بڑھتی گئیں۔ ماورا سے بڑے دو بھائی اور ایک بہن تھی۔ وہ سب سے چھوٹی تھی۔ ایک خاص طبقہ سے تعلق رکھنے، خاندان کے دوسرے لوگوں کی امارت اور دنیاداری کے تقاضوں کے باعث، وہ خواب بھی بڑے بڑے دیکھنے لگے تھے۔ سبھی بہن بھائی محنت کرتے چلے گئے۔ انہیں اچھی نوکریاں مل گئی تھیں۔ ماورا بھی اسی راہ پر تھی اور کسی اچھے چانس کے لئے محنت کرتی چلی جا رہی تھی۔

وہ اپنے بہن بھائیوں سے تھوڑا الگ تھی۔ اس کی سوچ ان سے ملتی ہی نہیں تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ اس کی کمپنی تھی، جس میں ارباز بھی شامل تھا۔ وہ اس کا کزن تھا اور اسے بہت چاہتا تھا۔ یونیورسٹی تک وہ اکھٹے پڑھے تھے۔ اس نے ہی ماورا کو بولڈ بنایا تھا۔ بہت زیادہ اعتماد دیا تھا۔ زندگی سے لڑنے اور جدوجہد کا درس اسی نے دیا۔ ماورا کی کمپنی ہی ایسی تھی، جس میں عورت ہونے اور بااختیار عورت ہونے کا احساس ان میں بہت زیادہ تھا۔ لڑکیوں کا وہ گروپ ”فیمینسٹ“ کے نام سے مشہور تھا۔ ارد گرد کے لوگ انہیں ’کھسکی ہوئی لڑکیاں‘ سمجھتے تھے لیکن انہوں نے کبھی پروا نہیں کی تھی۔

ار باز نے اپنا بزنس شروع کر دیا تھا۔ دونوں کے والدین کی رضامندی سے ان کی منگنی بھی ہو گئی تھی۔ اس لئے اب اس کے فیصلوں میں سب سے زیادہ اثر ار باز ہی کا تھا۔ وہ اس پر بہت زیادہ اعتماد کرتا تھا۔ وہ چاہتی تو بڑے آرام سے اس کے ساتھ شادی کر کے سکون سے زندگی گزار رہی ہوتی۔ لیکن خود کو منوانے کی جو خواہش اس کے اندر تھی، وہ ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ وہ محنت سے اکتائی نہیں تھی اور ار باز بھی اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن رہا تھا۔ وہ اس کے سب معاملات میں اس کی مدد کرتا تھا۔ منگنی ہو جانے کے باوجود وہ دونوں ابھی تک ایک دوسرے کے گہرے دوستوں کی طرح تھے۔

فارحہ نے سوچا، جو کچھ بھی ہے، وہ ایک بولڈ، حوصلہ منداور زندگی سے لڑنے والی لڑکی ہے ۔بندے کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ وہ انہی سوچوں میں گم تھی۔ ماورا فون پر باتیں کرتی چلے جا رہی تھی، تبھی دور ایک مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوئی۔ فارحہ اٹھ گئی۔ اسے مغرب پڑھنا تھی۔

فارحہ، اس سے تھوڑا مختلف لڑکی تھی۔ ایک غریب گھر کی لڑکی، جس کے باپ نے ساری زندگی کولہو کے بیل کی طرح مزدوری کی تھی لیکن سوائے ایک گروی گھر کے، وہ کچھ نہ بنا سکا تھا۔ ایک بھائی، بیمار ماں اور زندگی کا تھکا یا ہوا باپ، یہی اس کا کل سرمایہ تھا۔ بھائی چھوٹا تھا، پڑھنے کے ساتھ ساتھ مزدوری بھی کرتا تھا۔ بس بھلے وقتوں میں ایک مکان بن گیا تھا، جو ان دنوں کافی بہتر علاقے میں آجانے سے تھوڑا قیمتی ہو گیا تھا۔ مگر گروی ہونے کے باعث وہ بیچ

بھی نہیں سکتے تھے۔اتنی زیادہ رقم بھی نہیں تھی۔این جی او کا یہ پیکج ملا تو اس نے اپنا مکان چھڑوانے کا سوچ کر حامی بھر دی تھی۔ مشکل تو تھی، لیکن اس کے بعد ایک طویل سکھ تھا۔ اسے لگا یہ آفر اس کے رَبّ کی طرف سے ہے۔ وہ ہر نماز کے بعد اپنے اچھے مستقبل کا سوال اپنے رَبّ ہی کرتی تھی۔ وہ مذہبی ذہن رکھتی تھی اور مذہب پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتی تھی۔

ماورا کے ساتھ میں اس کے دن بہت اچھے گزر رہے تھے۔وہ جہاں کام اکھٹے کرتیں، وہاں فارحہ نے زندگی کے بارے ماورا سے بڑا حوصلہ پایا۔وہ سونے کے وقت الگ الگ کمروں میں چلی جاتیں۔ ورنہ باقی وقت اکھٹے گذرتا۔ زندگی سے بھرپور ماورا کو دیکھ کر فارحہ میں بھی حوصلہ بڑھ گیا تھا۔پر سکون سے دن گذرتے چلے جا رہے تھے۔وہ بہت اچھے انداز میں کام کر رہی تھیں کہ پر سکون جھیل جیسے حالات میں ایک بھاری پتھر آن پڑا۔

ماورا نے لندن کی کسی یونیورسٹی میں اپلائی کیا ہوا تھا،اسے وہاں سے سپانسر مل گیا۔ماورا کے بہت سارے خوابوں میں سے ایک خواب یہ بھی تھا۔وہ سپانسر کا یہ چانس چھوڑ نہیں سکتی تھی ۔اس لئے اس نے فوراواپس جانے کی تیاری کر لی۔ فارحہ اسے کسی بھی قیمت پر روک نہیں سکتی تھی۔ کوئی جواز نہیں تھا۔ لیکن وہ گھبرا گئی تھی۔ ماورا اس کی یہ حالت بھانپ گئی تھی۔

اسی شام ارباز اسے لینے آ گیا۔ماورا اپنا سامان اکھٹا کرنے لگی اور فارحہ نے لاؤنج میں چائے کا بندوبست کر دیا۔

"اچھا،ارباز آپ کھانے میں کیا پسند کریں گے،وہی میں بنوالوں۔" فارحہ نے پوچھا

"شکریہ۔ایک تو سفر بھی رات کا ہے اور دوسرا طویل بھی ہے، میں رات رُکوں گا نہیں، ابھی واپس نکلنا ہے۔" ارباز نے کہا تو لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے ماورا نے کہا

"میں تیار ہوں۔سامان سب پیک ہے۔"

تبھی اس کی نگاہ اداس اور گھبرائی ہوئی فارحہ پر پڑی،وہ لمحہ بھر خاموش رہی پھر اس کے پاس بیٹھ کر بولی "ہم سدا ایک ساتھ تو نہیں رہ سکتے نا،اس پراجیکٹ کے بعد بھی تو جدا ہونا تھا۔تم اداس مت ہو،اپنے آپ کو آزماؤ۔ہاں جب بھی جہاں بھی میری ضرورت ہوئی، میں تمہاری مدد ضرور کروں گی۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو ماورا، میری دعا ہے، تم بہت ترقی کرو، تمہارا شکریہ کہ تم میرا حوصلہ بڑھا رہی ہو۔" فارحہ نے بھیگے ہوئے لہجے میں کہا تو ارباز نے کہا

"فارحہ، جب بھی ہماری ضرورت ہو، ہمیں کال ضرور کرنا،اور گھبرانا مت، کوئی بھی مشکل ہو مجھے بتانا، ٹھیک۔"

"یار میں فارن جا رہی ہوں، یہ ارباز تو پاکستان ہی میں ہے۔کوئی مشکل ہو تو اسے بتانا، سمجھو میں ہی ہوں۔" ماروا نے مسکراتے ہوئے کہا

اوکے۔" فارحہ دھیمے سے بولی۔

وہ سمجھ رہی تھی کہ یہ سب وقتی باتیں ہیں۔

"گڈ گرل۔" ماورا نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا

ریسٹ ہاؤس کے پورچ میں وہاں کے ملازم بھی تھے۔اس وقت سورج ڈوبنے کو تھا،جب وہ وہاں سے چلے گئے۔ماورا کو واپس جانا پڑا تھا۔وہ اپنی اس واپسی پر پرجوش تھی۔

ژ....ژ....ژ

ماورا چلی گئی تو یہ ریسٹ ہاؤس میں اکیلی ہو گئی ۔اکیلے پن کا احساس بڑھنے لگا۔ وہاں کے ملازمین اسے ناشتہ کروا دیتے،گاڑی آتی اور اسے لے جاتی،صحرائی علاقوں میں اکیلے سروے کرتے ہوئے ایک خوف اس پر چھایا رہتا۔شام ہوتے ہی پلٹتی،فریش ہو کر کھاتی پیتی،اپنی اماں کے ساتھ فون پر باتیں کر کے اپنی خیریت بتاتی ۔رات گئے تک لیپ ٹاپ پر اپنے کام میں مصروف رہتی اور پھر سو جاتی۔وہ ایک ایسی زندگی میں آگئی، جس میں خوف اور عدم تحفظ کا احساس اس سے لپٹ کر رہ گیا تھا۔

اس کی زندگی میں ہلچل اس وقت ہوئی جب ایک شام وہ جلدی واپس آگئی تھی۔اس کا دل چاہا کہ وہ کھانے کے لئے خود کچھ بنائے۔وہ کچن میں چلی گئی اور رجّاں کے ساتھ کوکنگ کرنے لگی۔ تبھی باہر سے چوکیدار نے آکر بتایا۔

"میڈم جی باہر ایک صاحب آئے ہیں،وہ آپ کا پوچھ رہے ہیں۔"

"مجھے....؟کون ہے؟نام پوچھا تم نے؟" اس نے تجسس سے پوچھا

"احمد جمال نام بتارہے ہیں، کہہ رہے ہیں آپ کے کولیگ ہیں اور آپ ہی کی این.جی.او سے آئے ہیں۔" چوکیدار نے بتایا تو وہ ایک ہی ثانئے میں پہچان گئی۔ تبھی اس نے کہا

"اُو اچھا،انہیں لاؤنج میں بٹھاؤ، پانی وغیرہ پلاؤ، میں آتی ہوں۔"

احمد جمال،انہی کے ساتھ کام کرتا تھا۔بہت اچھا، سمجھدار اور وجیہ نوجوان تھا۔بہت کم گو اور اپنے کام سے کام رکھنے والا۔ہیڈ آفس میں کئی بار اس سے آمنا سامنا ہوا تھا۔ممکن ہے کبھی کوئی بات بھی ہوئی ہو۔ماورا کے چلے جانے کے بعد اسے یقین تھا کہ اس کی جگہ کوئی دوسرا آئے گا،لیکن یہ احمد جمال آجائے گا،یہ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔وہ کوکنگ چھوڑ کر فوراً ہی لاؤنج میں چلی گئی۔اسے دیکھتے ہی جمال کھڑا ہوتے ہوئے خوشگوار لہجے میں بولا

"اسلام علیکم، مس فارحہ، کیسی ہیں آپ؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ سنائیں، آپ کیسے ہیں۔" دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔

"میں ٹھیک ہوں،اور میں مس ماورا کی جگہ آپ کو جوائین کرنے آیا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنے آنے کی وجہ بیان کر دی۔شاید اس نے فارحہ کا چہرہ پڑھ لیا تھا۔جہاں پہ الجھنیں ایک دوسرے سے الجھ رہی تھیں۔

"اوہ۔!" اس نے بے ساختہ کہا یوں کہا جیسے اسے یقین کرنا ہی پڑا ہو۔نجانے کیوں وہ ایک دم سے خوف زدہ ہو گئی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اس کی آمد پر کیسا اظہار کرے۔وہ محض اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی تھی، تبھی احمد جمال نے آہستگی سے کہا

"مس فارحہ۔!کیا آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا؟"

"نن، نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، آپ کو ہیڈ آفس نے بھیجا ہے، تو میرا اچھا لگنا یا نہ لگنا، یہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔آپ پلیز فریش ہو جائیں۔ میں کھانا لگواتی ہوں، آپ کو بھوک لگی ہو گی ۔" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

اگلی صبح تک وہ احمد جمال سے نہیں ملی تھی۔وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ احمد جمال سے کیسا رویہ رکھے؟ وہ اس کے ساتھ کیسے کام کر پائے گی؟ صبح سویرے جب رجّاں اس کے لئے چائے لے کر اس کے کمرے میں گئی۔اس نے بتایا کہ احمد جمال کو اسی ریسٹ ہاؤس میں کون

سا کمرہ دیا گیا ہے۔ وہاں ان کا سامان سیٹ ہو گیا ہے، جو بہت مختصر سا ہے۔ یہ سب بتانے کے بعد رجّاں نے تجسس سے پوچھا

"میڈم، یہ جو نئے صاحب آئے ہیں، کیا اب یہیں رہیں گے آپ کے ساتھ؟"

"نہیں میرے ساتھ کیوں رہیں گے؟" اس نے بے خیالی میں تیزی سے کہا۔ اسے رجّاں کا کہا ہوا لفظ "ساتھ" بہت عجیب سا لگا تھا، جو اسے پسند نہیں آیا تھا۔ اسی لئے لہجہ بھی کافی حد تک عجیب تلخ ہو گیا تھا۔

تب رجّاں نے کھسیاتے ہوئے جلدی سے صفائی دیتے ہوئے کہا

"نہیں میرا مطلب ہے، جس طرح وہ مس ماورا آپ کے ساتھ کام کرتی تھیں، یہیں اسی ریسٹ ہاؤس میں رہتی تھیں، آپ دونوں رات گئے تک اکٹھے کام کرتی رہتی تھیں، ظاہر ہے اب یہ صاحب انہی کی جگہ آئے ہیں تو.... میں نے پوچھا۔"

"بہت بولتی ہو رجّاں، جاؤ ناشتہ بناؤ۔" اس نے اتنا ہی کہا اور رجّاں کو کوئی واضح جواب دیئے بغیر کچن میں بھیج دیا لیکن اس کے لاشعور میں جو خوف تھا، وہ اس نے رجّاں کی زبانی سن لیا تھا۔ کیونکہ فارحہ بھی رات بھر یہی سوچتی رہی تھی۔ اس کے سامنے بہت سارے سوال آن ٹھہرے تھے۔ کیا اب مجھے احمد جمال کے ساتھ ایک ہی چھت تلے رہنا پڑے گا؟ کیا اسے اکیلے دور افتادہ علاقوں میں جمال کے ساتھ جانا پڑے گا؟ وہ لاکھ اس کی این جی او کا کارکن تھا

لیکن یہاں اس کے ساتھ تنہائی میں نہیں رہ سکتی تھی۔ابھی تو محض ایک ماہ گذرا ہے،وہ مزید دو ماہ اس کے ساتھ یہاں کیسے گزار سکے گی؟کئی سوال اس کے سامنے تن گئے تھے۔وہ انہی سوالوں سے نہ تو پیچھا چھڑا سکتی تھی اور نہ ہی انہیں نظر انداز کر سکتی تھی۔اس کا کوئی حل تو نکالنا تھا۔یہ اس لئے بھی تھا کہ ایک ہی رات کی صبح رجّاں اس کے سامنے ایسے سوال لے آئی تھی،آئندہ آنے والی زندگی میں وہ کیسے کیسے سوالوں کا سامنا کر سکے گی؟رجّاں تو چلی گئی لیکن اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس بارے احمد جمال ہی سے بات کرے گی۔وہ تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آگئی۔جہاں احمد جمال پہلے ہی سے موجود تھا۔رضیہ نے ناشتہ لگا دیا ہوا تھا۔اس نے بیٹھتے ہی بڑے اعتماد کے ساتھ احمد جمال سے پوچھا

”کیسا لگا آپ کو یہاں کا ماحول؟“

”بہت اچھا ہے۔“ اس نے بے ساختہ کہا، پھر لمحہ بھر رُک کر بولا،”میری سوچ سے بھی کہیں اچھا،میں یہ سمجھ رہا تھا، یہاں کوئی ویرانہ ہو گا،کوئی ٹوٹا پھوٹا گھر، یا کوئی جھونپڑی ....“

”میں بھی ایسا ہی سمجھ رہی تھی،لیکن بہت اچھا ماحول ملا۔“ وہ دھیمے سے بولی

”اب ٹارگٹ ایریا جیسا بھی ہو،رہنے کو پرسکون جگہ تو ہے،یہاں کام کرنے کا لطف آئے گا ،میں تو آج ہی سے کام کی ابتدا کر دوں گا۔“ اس نے پرجوش لہجے میں کہا

"کام کے بارے میں بتایا گیا ہے آپ کو؟" فارحہ نے یوں پوچھا جیسے بے خیالی ہیں ہو۔

" ظاہر ہے اب آپ سینئر ہیں، یہاں پر جو میرا کام ہو گا اب آپ ہی نے بتانا ہے۔ مجھے میرا کام بتا دیں تو شروعات کروں۔" احمد جمال نے اسی خوشگوار لہجے میں کہا جیسے اسے یہاں کا ماحول بہت پسند آ گیا ہو اور اس ماحول نے اس پر کافی اچھا اثر ڈالا ہو۔ اس پر فارحہ چند لمحے خاموش رہی، پھر جمال کی طرف دیکھے بغیر بڑا حوصلہ کرتے ہوئے بولی

"اس سے پہلے مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہوں گی۔"

"جی، جیسا آپ چاہیں۔" جمال نے فوراً کہہ دیا

"ٹھیک ہے، ناشتے کے بعد بات کرتے ہیں۔" اس نے حتمی انداز میں کہا اور ناشتہ کرنے لگی۔ وہ جمال سے کس طرح بات کرے گی، اس بارے وہ سوچ چکی تھی۔

وہ دونوں ریسٹ ہاؤس کے کاریڈور میں آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان میں پڑی چھوٹی میز پر چائے کے دو سفید کپ رجّاں رکھ کر جا چکی تھی۔ ان دونوں کے درمیان خاموشی ٹھہری ہوئی تھی۔ جمال کاریڈور میں بیٹھا ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ جہاں وہ بیٹھے تھے، اس کے ساتھ ہی ایک سڑک تھی۔ جس کے آگے کافی بڑا لان تھا۔ اس میں پھولوں کی کیاری اور پھر باؤنڈری وال تھی۔ بہت زبردست ماحول تھا۔ لیکن اس ماحول میں بیٹھے ہوئے وہ دونوں ذہنی طور پر دباؤ میں تھے۔ سو اس کے لئے یہ ماحول اور اس کی

خوشگواریت کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔چند منٹ یونہی گذر گئے تو فارحہ نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا

"جمال صاحب ، کیوں نہ ہم ایک دوسرے کے بارے میں جان لیں، میرا مطلب تعارف"....

وہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ وہ اس کی جانب متوجہ ہوتا ہوا تیزی سے بولا

"جی ،جی بالکل، میں بتاتا ہوں اپنے بارے میں۔" اس نے کہا اور پھر سانس لے کر کہتا چلا گیا، "ایک برس پہلے میں نے ماسٹرز کیا تھا۔تب سے ہی یہ این جی او جوائین کر لی تھی۔ کیونکہ مجھے معاشی مسئلہ درپیش تھا۔میں اپنے والدین کا ایک ہی بیٹا ہوں، میری ایک بہن ہے ، جو مجھ سے بڑی ہے ۔ مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتا ہوں ، میرے والد چھوٹے سے سرکاری ملازم ہیں۔اب جاب ملی ہے تو گھر والوں کا ساتھ دینے والا بن گیا ہوں ۔میری کوشش ہے کہ مس ماورا کی طرح کوئی سکالرشپ مل جائے اور میں باہر پڑھنے چلا جاؤں۔ لیکن اس سے پہلے میں اپنی بڑی بہن کی شادی کر دینا چاہتا ہوں ۔ یہ میری ہی نہیں میرے والدین کی بھی خواہش ہے۔میرا تعلیمی کیئریر بہت اچھا ہے۔مجھے امید ہے کہ مجھے بھی کوئی نہ کوئی سپانسر مل جائے گا اور یہ جو مشکل دن ہیں، یہ ختم ہو جائیں گے ۔" آخری لفظ کہتے

ہوئے اس کے لہجے میں نجانے کتنی امیدوں کے چراغ روشن تھے۔وہ کہہ چکا تو فارحہ چند لمحے خاموش رہی پھر بڑے اعتماد سے بولی

"میں بھی کچھ ایسا ہی فیملی بیک گراؤنڈر کھتی ہوں۔میں بھی کام کرنے پر مجبور ہوں۔میں اگر کسی امیر کھاتے پیتے گھر سے ہوتی نا تو یہاں بالکل بھی نہ ہوتی،مجھے یہ کام نہ کرنا پڑتا اور میں سکون سے اپنے گھر میں ہوتی۔"

"دیکھیں یہ کام...." جمال نے کہنا چاہا لیکن اس نے ہاتھ کے اشارے سے ٹوکتے ہوئے کہا

"پلیز، میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں،اُسے سنیں۔"

"جی،جی بولیں۔" اس نے کہا تو فارحہ نے ہمت کرتے ہوئے ایک طویل سانس لے کر کہا

"میں ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں اور میرے والد ایک معمولی سے ملازم ہیں۔میرا بھی ایک ہی بھائی ہے۔میں اپنے والدین کی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے ہمیں اچھی تعلیم دی۔جس سے ہم تھوڑا بہت کمانے لگ گئے ہیں۔لیکن.... لیکن.... اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے والدین کو دُکھ دیں۔"

"آپ کی بات میں سمجھ رہا ہوں۔ مگر یہ بات کہ.... ہم دُکھ دیں، میں یہ دُکھ دینے والی بات، یہ سمجھا نہیں۔" وہ ہولے سے بولا تو فارحہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"وہی بتانے جا رہی ہوں، آپ پلیز اسے سمجھنے کی کوشش کیجئے گا۔ میرے یہاں آنے کی وجہ ایک اچھے پیکج کی آفر تھی اور دوسرا میرے ساتھ ماورا تھی۔ وہ چلی گئی اور آپ آ گئے، مجھے آپ کے ساتھ ویسے کوئی مسئلہ نہیں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ...." وہ کہتے کہتے رُک گئی

"مسئلہ؟ وہ کیا ہے؟" اس نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا تو وہ خود پر قابو رکھتے ہوئے بولی

"دیکھیں، ہم ایک چھت تلے رہیں گے، یہ ایک دو دن کی بات نہیں ہے۔ میں لڑکی ہوں، کل میرے ساتھ سو باتیں بن سکتی ہیں۔اور یہ باتیں تو بلاشبہ ہوں گی، جس کی بازگشت میرے ساتھ زندگی بھر بھی رہ سکتی ہے۔"

"جی یہ تو آپ نے ٹھیک کہا؟" جمال نے فارحہ کا پوائنٹ آف ویو سمجھتے ہوئے کہا

" لیکن اس کے علاوہ ایک بات جو سب سے اہم ہے، اور وہ یہ کہ آپ میرے لئے نامحرم ہو، میں آپ کے ساتھ ایک چھت تلے نہیں رہ سکتی ہوں۔ مجھے شفٹ ہونا پڑے گا یا آپ کو؟" فارحہ نے سنجیدگی سے کہا تو جمال نے اس کی طرف غور سے دیکھا، پھر چند لمحے سوچنے کے بعد کہا

"تو اس کا حل کیا نکالتی ہیں آپ؟"

"اس کا حل یہی ہے کہ مجھے واپس جانا ہو گا، یا پھر آپ کو...." فارحہ نے کہنا چاہا تو جمال سر ہلاتے ہوئے بولا

"یہ تو ہے۔" یہ کہہ وہ اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا، "ظاہر ہے اگر میں اپنے رہنے کا کہیں دوسری جگہ بھی بندوبست کر لوں تو پھر بھی کام کے لئے ساتھ جانا ہو گا، اکھٹے کام کرنا ہو گا۔ ہمارا زیادہ وقت اکھٹے ہی گذرنا ہے۔"

"جی۔" وہ بولی تو جمال نے بات سمجھتے ہوئے کہا

"دیکھیں آپ کو مجھ سے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا اور نہ پریشانی ہو گی، میں ایک دو دن میں ہیڈ آفس بات کرتا ہوں، کوئی حل نکل آئے گا۔ میں یہ ذمہ داری خود پر لے لوں گا۔"

"آپ بہتر سمجھتے ہیں۔" فارحہ نے کہا۔

"میں ابھی واپس چلا جاتا لیکن میں ہیڈ آفس کو یہ اطلاع دے چکا ہوں کہ میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔ اب انہیں سمجھانے کے لئے ایک معقول بہانہ تو بنانا ہو گا۔" اس نے کہا

"بہانہ، مجھے افسوس ہے کہ آپ کو...." فارحہ نے کہنا چاہا، جس پر جمال نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

"آپ کی بات معقول ہے، لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ مجھے ابھی یہ نوکری چاہئے، جس طرح آپ ایک اچھے پیکج کے لئے یہاں ہیں، ویسے ہی میں یہاں پر ہوں۔ میں کوشش کروں گا بہانہ بنانے کی تاکہ میری نوکری بچ جائے، اچھا پیکج نہ سہی۔ لیکن، میں کوشش کرتا ہوں۔"

"دیکھیں اگر وہ نہ مانیں تو پھر مجھے کوئی کوشش کرنا ہوگی۔" فارحہ کو احساس ہوا کہ وہ کس قدر خود غرض ہو کر یہ بات کہہ رہی ہے۔

"آپ جائیں، اپنے معمول کے مطابق کام کریں، جیسے روزانہ جا رہی ہیں۔ میں یہاں رہتے ہوئے کچھ سوچتا ہوں، شام تک کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔" جمال نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اٹھی اور اندر کی طرف چل دی۔ اسے لینے گاڑی آچکی تھی۔

سرخ افق پر سرمئی بادلوں کی اوٹ میں سورج ڈھلنے کے لئے جھک گیا تھا۔ ایسے میں فارحہ گاڑی میں واپس ریسٹ ہاؤس آ گئی۔ اس نے اپنا سامان کمرے میں رکھا اور کچھ دیر بعد فریش ہو کر کرسی پر آن بیٹھی۔ اگرچہ صبح جمال سے ہونے والی باتوں کے بارے میں وہ سارا دن ہی سوچتی رہی تھی تاہم واپس آکر وہ تھوڑا بد حواس ہو گئی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جمال کا سامنا کیسے کرے گی۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتی تھی کہ جس قدر اسے نوکری کی ضرورت ہے، اسی طرح جمال کو بھی ہے، پرابلم اُس کا اپنا ہے، جس کی سزا جمال کو کیوں ملے؟ وہ کچھ بھی ہیڈ آفس سے کہہ سکتا ہے۔ یا پھر ہیڈ آفس سے کوئی بھی جواب آ سکتا ہے۔ ظاہر

ہے اس ہیں کوئی بات اچھی نہیں ہوگی۔انہیں ملازمین کے پرابلم سے کوئی غرض نہیں۔وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ رجّاں کمرے میں آگئی۔اس کے ہاتھ میں چھوٹا ساٹرے تھا جس میں چائے کا مگ رکھا ہوا تھا۔

"میڈم چائے۔" اس نے ہولے سے کہا

"رکھ دو۔" فارحہ نے بے دلی سے بولی۔

"میڈم ایک بات پوچھوں۔" اس نے دھیمے سے پوچھا تو فارحہ نے بے خیالی میں کہا

"ہاں پوچھو۔"

"ایسا کیا ہو گیا ہے، جب سے جمال صاحب یہاں آئے ہیں، آپ بھی پریشان ہیں اور وہ بھی سارا دن کمرے میں سوچتے رہے ہیں۔حالانکہ جب وہ کل آئے تھے تو بڑے خوشگوار موڈ میں تھے۔"

"اب میں تمہیں کیا بتاؤں رجّاں۔" اس نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا اور چائے کا مگ اٹھالیا۔

"مجھے کچھ کچھ اندازہ ہے۔آپ اور وہ ایک جگہ نہیں رہ سکتے ہیں، ظاہر ہیں لوگ باتیں کریں گے اور...." وہ کہتی چلی گئی تھی۔

"اب مجھے یا انہیں یہاں سے جانا پڑے گا۔" اس نے دکھ سے کہا

"کہیں پہلے تو آپ اور ان کے درمیان کوئی ایسا تعلق تو نہیں ہے، جس کی وجہ سے یہ ....." اس نے شک بھرے انداز میں کہا تو فارحہ کا مگ چھلک پڑا۔اس کا جیسا ذہن تھا، ویسا ہی سوچتا تھا۔اس لئے تیزی سے بولی

"او خدا کی بندی ایسا کچھ نہیں ہے، تم کہاں کے قلابے ملا رہی ہو۔"

"میڈم ایک بات کہوں، یہاں کچھ نہ ہونے سے لوگ بہت کچھ بنا لیتے ہیں، آپ کا مسئلہ اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر اس کا کوئی حل بھی نہیں۔" رجّاں نے اپنی طرف سے بڑی بات کہہ دی تھی۔اس لئے فارحہ نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا

"اچھا، چھوڑو ان باتوں کو، آج کیا بنا رہی ہو؟"

"وہی جو آپ کہہ رہی تھیں کل، مٹن کری۔" رجّاں نے کہا تو فارحہ چائے کا سپ لے کر بولی

"ٹھیک ہے، پھر بناؤ جلدی سے، مجھے بھوک لگی ہے۔اور ہاں، جمال سے کہو، لاؤنج میں آئے۔"

"جی ٹھیک ہے۔" وہ سر ہلاتی ہوئی اٹھ گئی۔

فارحہ لاؤنج میں آئی تو جمال صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔وہ بھی اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ کر بولی

"آپ نے کی بات؟"

"ہاں کی، لیکن کسی ہیڈ سے نہیں بلکہ اپنے دوست صائم سے بات کی ہے۔" جمال نے پر سکون لہجے میں کہا تو اسے لگا، ساتھ رہنے کی جو بات وہ چھپانا چاہتی ہے وہ تو سامنے آ گئی۔ صائم سے پتہ نہیں کن کن کو.... یہ سوچتے ہی اس نے حیرت سے گھبراتے ہوئے پوچھا۔

"اس سے کیوں، اور کیا بات کی آپ نے؟ یہ بھی بتایا ہو گا کہ میں"....

"پلیز آپ پریشان نہ ہوں، میں بتاتا ہوں بات کیا ہوئی،" یہ کہہ کر وہ رُکا۔ جس پر وہ خاموش رہی تب وہ کہتا چلا گیا، "میں نے اسے صرف یہ بتایا ہے کہ مجھے جگہ پسند نہیں آئی، وہ اپنے طور پر ایک آدھ دن میں یہ معلوم کرے کہ کوئی لڑکی یہاں آنا چاہتی ہے تو اسے یہاں پر لایا جائے، میری جگہ۔"

"اور اگر کوئی لڑکی تیار نہ ہوئی تو؟" اس نے فوراً پوچھا، تب جمال نے حتمی لہجے میں کہا

"کل تک پتہ چل جائے گا، پھر جو بھی ہو، ورنہ میں ہیڈ آفس سے وہی کہہ دوں گا جو ہم میں طے ہو گیا ہوا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر وہ اُٹھ گئی۔ اس کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اگر کوئی لڑکی نہ آئی، اس کی جگہ کو دوسرا مرد آ گیا تو کیا یہ احمد جمال کے ساتھ زیادتی نہیں ہے؟ یہ تو پھر بھی اچھے طریقے سے پیش آیا ہے، نیا آنے والا کیسا ہو گا، اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟

فارحہ ڈنر کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی۔اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ کام کرے۔اس عجیب سی کشمکش نے اس نے اندر ہلچل مچائی ہوئی تھی۔ایک بار تو اس نے سوچا کہ وہ خود ہی یہ سب چھوڑ کر چلی جائے۔ لیکن اگلی ہی لمحے اسے ان ضروریات کا خیال آنے لگا، جس کے باعث وہ یہاں تک آئی تھی۔ گروی مکان اس کا سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ایک کے بعد ایک ضرورت اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا گئی۔یہ ضرورتیں بھی انسان کو بہت عجیب عجیب فیصلے کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ہم نہ چاہتے ہوئے بھی آبلہ پا ہو جاتے ہیں۔اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ جس طرح وہ لوگ گذر بسر کر رہے تھے، جتنی آمدنی تھی،اس میں اس کا جہیز بننا تو بہت دور کی بات، گھر کو بھی ٹھیک حالت میں نہیں کر سکتے تھے۔اسے نوکری کرنا پڑی۔یہ اچھا پیکج ملا تو اسے یہ اُمید ہو گئی کہ گروی گھر چھڑوا لے گی، یا کم از کم وہ اپنے لئے کچھ نہ کچھ بنا لے گی۔شاید اسی باعث اسے کوئی اچھا گھر مل جائے؟اب اسے لگتا تھا کہ یہ بھی نہ ہو سکے گا۔ جہیز بناتے کوئی ایسی بات اس کے ساتھ لگ جائے، جس سے وہ ساری زندگی پیچھا نہ چھڑا سکے
۔

فارحہ کی یہ سوچ یونہی نہیں تھی۔اس کی اماں،ان دونوں سکول ہی میں پڑھتی تھیں،جب ان کے ابا سے انہیں محبت ہو گئی۔ابا کوئی غیر نہیں تھے۔ان کے کزن تھے۔انہوں نے رشتہ بھیجا تو انکار ہو گیا کہ لڑکا کرتا تو کچھ نہیں،لڑکی کیسے دے دیں۔اماں کا سب سے بڑا جرم

یہ ہو گیا کہ اس نے اس رشتے کی حمایت کر دی۔ اپنے والدین سے کہہ دیا کہ یہیں شادی کروں گی۔اسی بات پر خاندان میں وہ لے دے ہوئی کہ خدا کی پناہ۔ ذرا سی بات کے وہ افسانے بنے کہ جن کی باز گشت آج تک سنائی دیتی تھی۔ شادی کے بعد ابا کو نوکری مل گئی، انہوں نے پہلے اپنے خاندان کو پالا، پھر اولاد کی باری آئی۔ اماں کے میکے سے اس کا ایک ہی ماموں تھا۔کچھ عرصہ اس نے تھوڑا بہت پوچھا، پھر وہ بھی لندن سدھار گیا۔پلٹ کر نہ پوچھا اور زندگی لشتم پشتم چلتی رہی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہو۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ دُکھنے لگا تھا۔ انہی لمحات میں اس کا فون بج اٹھا۔اسکرین پر اس کی دوست ماورا کا نمبر تھا۔اس نے جلدی سے کال رسیو کر لی۔ تمہیدی باتوں کے بعد اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا

”سوری فارحہ، کل میں تمہیں کال نہیں کر سکی۔ تم سمجھ نہیں سکتی یہاں میں کس قدر مصروف ہو گئی ہوں۔ میں نے تمہارے سارے میسج پڑھ لئے ہیں اور تمہارا پرابلم بھی سمجھ گئی ہوں۔ میرے پاس اس کا حل ہے، اگر تم تھوڑی سی ہمت کر و تو۔“

”تھوڑی سی ہمت، مطلب؟“ فارحہ نے تجسس سے پوچھا تو وہ بولی

”جہاں پر میں رہتی ہوں، یہاں پر دوسرے لوگ تو ویسے ہی ایک ساتھ شیئر کر کے رہ رہے ہیں، انہیں کوئی مسئلہ نہیں۔ لیکن یہاں پر رہنے کے لئے ہم جیسی لڑکیاں بہت مشکل

میں ہوتی ہیں۔ یہاں ایک حل ہے، اور وہ ہے کانٹرکٹ میرج۔ ایک خاص وقت کے لئے وہ شادی کر لیتے ہیں، اس میں ازدواجی تعلق ہو یا نہ ہو، یہ طے کر لیتے ہیں اور وقت گذر جاتا ہے ۔"

"تمہارا مطلب ہے میں یہاں کانٹریکٹ میرج، یہ کیا بات کر رہی ہو۔" فارحہ نے انتہائی حیرت سے کہا تو ماروا سمجھاتے ہوئے بولی

"نہ کرو کانٹریکٹ میرج، ویسے ہی شادی کر لو۔ دیکھو، تم نے کہیں نہ کہیں تو شادی کرنی ہے، اسی سے کر لو، اگر نبھ گئی تو بہت اچھا، نہ نبھی تو بھی کوئی بات نہیں۔"

"ایسا کیسے ممکن ہے؟ شادی کے بعد جو معاملات ہیں، میں انہیں کیسے افورڈ کر پاؤں گی ابھی؟" اس نے انتہائی پریشانی سے پوچھا

"ضروری نہیں کہ تم اس سے ازدواجی تعلق بھی رکھو۔ میری بات سمجھ رہی ہو نا، پہلے ہی بات کر لیں گے نا۔"

"یار یہ کیسے ممکن ہے، میں اسے کیسے سمجھاؤں گی کہ اس طرح کی شادی ...." وہ حیرت سے بولی

"تمہاری جیسی لڑکیوں کا یہی پرابلم ہے کہ اپنا حق بھی نہیں چھین سکتی ہو۔ میں جانتی ہوں جمال کو، بہت اچھا لڑکا ہے، بات مان جائے گا، تم نہ کہو، میں کہہ دیتی ہو۔"

”یوں کیسے مان جائے گا؟ تم کہو گی اور وہ مان جائے گا، کمال کرتی ہو؟“ فارحہ نے اکتاہٹ سے کہا

”میں جانتی ہوں اسے، بہت اچھا انسان ہے۔ میرا کچھ وقت گزرا ہے اس کے ساتھ، اب یہ مت سمجھنا کہ میں نے کوئی کانٹرکٹ اس کے ساتھ کیا ہے، ایک اچھے کولیگ کے طور پر تھوڑا وقت ہم نے اکھٹے کام کیا ہے۔ بہت اچھا ہے وہ۔“ ماورا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

”وہ کہیں یہ نہ سمجھے کہ یہی سب میں“....

”میں کہہ رہی ہوں نا ساری بات میں کرلوں گی۔ جیسے ہی یہ پراجیکٹ ختم ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ تم دونوں اپنے والدین کو راضی کر چکے ہوں گے۔ یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔“ ماورا نے سمجھایا۔

”مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ یہ کوئی گڈے گڈی کا کھیل نہیں ہے جو....“ فارحہ نے کہنا چاہا تو بات کاٹتے ہوئے بولی

”دیکھو، میرے پاس یہی حل ہے اور اس کے لئے پہلے تمہارا رضامند ہونا ضروری ہے، میں تبھی اس سے بات کر پاؤں گی۔ اس سے بہتر آپشن کوئی نہیں ہے، کل تک سوچ لو، دو ماہ ہیں، یونہی گزر جائیں گے، اگر جمال سے تمہاری انڈرسٹینڈنگ ہو گئی تو ایک بڑا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا، جس کے لئے تم اور تمہاری اماں پریشان رہتی ہیں۔“ ماورا نے اسے سمجھایا

کیونکہ وہ فارحہ کی سب پریشانیاں جانتی تھی۔ ان کے پاس کرنے کو یہی تو باتیں ہوا کرتی تھیں۔ وہ لمحہ بھر بعد بولی

"لیکن یہ سب...." فارحہ نے کہنا چاہا تو ماورا نے طنزیہ انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا

"قدرت نے یہ بہت اچھا چانس دیا ہے تمہیں۔ پاگل مت بنو، قدرت اگر تمہیں تحفہ دی رہی ہے تو اسے قبول کرو۔ میں تمہاری جگہ ہوتی نا تو اسے ویسے ہی پھنسا لیتی۔ یار تم لڑکی ہو، تمہیں شادی تو کرنا ہے نا، کون سا تمہارا منگیتر انتظار کر رہا ہے۔ یہ اچھا ہے، دو ماہ ہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ "

"تم اس سے بات کر کے دیکھو، اگر ...." اس نے کہنا چاہا تو ماورا جلدی سے بولی

"وہ میں کر لیتی ہوں بات، آج ہی کر لوں گی، تم فکر نہ کرو۔ ٹھیک ہو جائے گا سب۔ "

وہ کچھ دیر باتیں کرتی رہیں اور پھر کال بند کر دی۔

☆....☆....☆

تیسرے دن کی شام ریسٹ ہاؤس کے لاؤنج میں کافی رونق تھی۔ احمد جمال کے ساتھ وہاں ریسٹ ہاؤس کے فاریسٹ آفیسر بیٹھے ہوئے تھے، ان کے ساتھ وہاں کا کلرک، رحّاں کا شوہر اور ایک نکاح خواں موجود تھے۔ سامنے کے صوفے پر فاریسٹ آفیسر کی بیوی کے ساتھ فارحہ بیٹھی ہوئی تھی۔ ان سے ذرا فاصلے پر رضیہ کھڑی تھی۔

"بسم اللہ کیجئے مولانا صاحب۔" فاریسٹ آفیسر نے نکاح خواں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"دلہن کا وکیل کون ہے؟" نکاح خواں نے پوچھا

"پہلی بات تو یہ ہے کہ دلہا اور دلہن دونوں عاقل اور بالغ ہیں، دوسرا وکیل میں ہوں اور یہ دونوں گواہ ہیں۔ آپ شروع کریں۔" فاریسٹ آفیسر نے کہا

"جی ٹھیک ہے۔" نکاح خواں نے کہا اور کچھ ہی دیر بعد ان میں ایجاب و قبول ہو گیا۔ دونوں نکاح کے پاکیزہ رشتے میں بندھ گئے۔

رات تک ہلچل رہی۔ کھانا وغیرہ کھا کر سب لوگ چلے گئے۔ رجّاں بھی برتن تک دھو کر چلی گئی۔ تب جمال اور فارحہ دونوں کاریڈور میں آبیٹھے۔ موسم کافی اچھا تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ ان دونوں میں خاموشی تھی۔ تبھی بات کرنے میں پہل جمال ہی نے کی۔

"فارحہ۔! آپ کو گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے ہمارے پاس یہ دو ماہ ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، میری طرف سے آپ کو پریشانی نہیں ہو گی۔ جو ہم میں طے ہو چکا، میں اس کی پوری پابندی کروں گا۔"

"دیکھیں، مجبوری نے ہمیں اس بندھن میں باندھ دیا۔ ہمیں اپنی عزت کا خیال رکھنا ہو گا۔ یہی ہماری سمجھداری ہو گی۔" وہ دھیمے سے لہجے میں بولی

"ہاں، ابھی ہمیں والدین کو بھی نہیں بتانا چاہئے۔ پھر دیکھا جائے گا۔" جمال نے سوچتے ہوئے کہا

"جی، میں بھی یہی چاہتی ہوں۔" وہ بولی تو ان دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ کتنے سارے لمحے یونہی دبے پاؤں گزر گئے۔

"اوکے، اب کل سے آپ مجھے اپنے ساتھ کام پر لے جائیں گی نا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو وہ بھی ہنس دی۔ پھر پرسکون لہجے میں بولی

"جی بالکل، کیوں نہیں۔"

"چلیں پھر آرام کریں، صبح کام پر نکلنا ہے۔" جمال نے کہا اور اٹھ گیا۔ وہ بھی کھڑی ہو گئی۔ پھر دونوں دھیرے قدموں سے اپنے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔

فارحہ اپنے کمرے میں آئی تو عجیب قسم کی مختلف کیفیات میں الجھی ہوئی تھی۔ وہ شادی شدہ ہو کر بھی شادی شدہ نہیں تھی، ایک ساتھی کی ہو جانے پر بھی تنہا تھی۔ سہاگ رات میں اس نے خود اپنے کو کمرے تک پابند کر لیا تھا۔ کسی کی ہو جانے کے باوجود وہ کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

ژ....ژ....ژ

دن بڑی تیزی سے گزرتے چلے جارہے تھے۔ دو ہفتے گذرتے پتہ ہی نہیں چلا۔ جس طرح ماحول بدلتا ہے، اسی طرح سوچ پر بھی اثر ضرور پڑتا ہے یا سوچ بدلنے سے ماحول بھی بدل جاتا ہے۔ فارحہ کی سوچ کیا بدلی، جذبات میں بھی تبدیلی آ گئی۔ اجنبیت سے بے تکلفی کا سفر بڑی تیزی سے طے ہو گیا تھا۔ ہر آنے والے دن کے ساتھ فارحہ کے دل میں جمال کی عزت بڑھتی گئی۔ عورت کا دل بڑا موم ہوتا ہے۔ وہ جب جمال کی جانب دیکھتی اور یہ احساس اس کے من میں آتا کہ یہ میرا شوہر ہے اور میں اس کی منکوحہ ہوں تو جذبات پگھلتے ہوئے محسوس ہوتے۔ دوسرا جمال کا رویہ ایسا تھا کہ وہ نہ صرف اسے اہمیت دیتا، بلکہ دوستانہ رویے میں بھی احترام کا پہلو ضرور رکھتا۔ جمال چند دن بعد ہی ڈرائیور کی بجائے خود ہی فارحہ کو لے کر نکل جاتا۔ فارحہ کو ایک تحفظ کا احساس، پر سکون کر دیتا۔ جب ضرورت ہوتی وہ ڈرائیور کو لے لیتا۔ زیادہ تر سروے کے لئے وہ خود ہی نکل جاتا۔ باقی کام فارحہ گھر پر کر لیتی۔ روزانہ ایک ساتھ جانے اور نکاح کے مضبوط بندھن کے باعث، ان دونوں میں جھجک نہیں رہی تھی۔ دونوں اچھے دوستوں کی طرح ہر بات شیئر کرنے لگے۔ ایک دوسرے کو سمجھنے لگے تھے۔ دو ہفتوں میں وہ بہت قریب آ گئے تھے۔

فارحہ جہاں الوہی کیفیات اور خوشگوار جذبات سے آشنا ہوئی تھی۔ وہاں اس پر دباؤ بھی بڑھ گیا تھا۔ ایک طرف جمال کی ذات تھی، جس کی وہ منکوحہ ہو چکی تھی تو دوسری طرف اس کے

گھر والے تھے۔ دو ماہ بعد کیا ہو گا؟ یہ سوال اسے چکرا کے رکھ دیتا تھا۔ یہ طے تھا کہ اگر وہ دو ماہ بعد نکاح برقرار نہ رکھ پائے تو بلا جھجک جدا ہو جائیں گے ۔اور اگر حالات ان کے بس میں ہوئے تو ایک خوشگوار ازدواجی زندگی کی شروعات کریں گے ۔ لیکن فارحہ کے اندر بھی ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے کئی مطالبات تھے۔ وہ اپنی منوانا چاہتی تھی۔ جس سے فارحہ کو بہت لڑنا پڑتا تھا۔ لمس سے بہت پہلے ،قربت کا احساس ہی پاگل کر دیتا ہے۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتی تھی۔ عورت میں بہت برداشت ہے ، لیکن اس برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

ایک صبح وہ کچن میں گئی تو اس کے من میں خیال آیا۔ کیوں نا وہ جمال کے لئے خود ناشتہ بنایا کرے؟ وہ رجّاں کے ساتھ ناشتہ بنانے لگی۔ ناشتہ بناتے وقت اس نے شدت سے محسوس کیا کہ ایک الوہی جذبہ اس کے اندر موجود ہے ، جس میں موجود یہ چاہت اس سے سب کروا رہی ہے۔ کسی اپنے کے لئے یہ سب کرنا ، کتنا خوشگوار ہوتا ، یہ تجربہ اسے اس صبح ہوا۔ کومل جذبے جب پھوٹتے ہیں تو اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔

اس نے ناشتہ ٹیبل پر لگوا اور خود بھی وہیں جا بیٹھی۔ ناشتے کے دوران جمال نے خوشگوار حیرت سے پوچھا

"آج ناشتہ کس نے بنایا ہے؟"

"کیوں کیا ہوا؟" فارحہ نے تیزی سے پوچھا

"پہلے سے کہیں اچھا ہے، اور ذائقہ بھی بدلا ہوا ہے؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا

"میں نے بنایا ہے۔" اس نے ہلکی سی مسکان میں کہا، جس میں حیا گھلی ہوئی تھی۔

"بہت اچھا بنا ہے۔" اس نے کہا اور ناشتے کی جانب متوجہ ہو گیا۔ اس ذرا سی تعریف پر اس کے من میں تسکین اُتر گئی۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔ پھر لاشعوری طور پر فارحہ نے روزانہ خود ناشتہ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایسا کر کے اسے انجانی خوشی ہوئی تھی۔

وہ جمال کے دیگر چھوٹے چھوٹے کاموں پر بھی دھیان دینے لگی۔ اس کے کپڑے خود پریس کر دیتی۔ اسے تیار ہونے میں مدد دیتی۔

وہ تیسرے ویک اینڈ کی شام تھی۔ وہ اپنے کام سے دوپہر ہی کے وقت لوٹ آئے تھے۔ تبھی سہ پہر کے وقت چائے پیتے ہوئے جمال نے کہا

"فارحہ، کیا خیال ہے، تھوڑا آؤٹنگ کریں، اچھا سا کھانا کھا آئیں باہر سے۔"

"روزانہ سروے کے لئے باہر ہی جاتے ہیں۔ کھانا بھی اچھا ملتا ہے، اس ویرانے میں باہر سے کہاں...." اس نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بولا

"یار، یہاں سے نزدیک ترین شہر آدھے گھنٹے کے فاصلے پر ہے، وہاں کئی اچھے ریستوران ہیں، ابھی کچھ دیر بعد نکلتے ہیں، جب دل کیا واپس آجائیں گے۔" اس نے آفر کی تو فارحہ نے اگلے ہی لمحے کہا

"ٹھیک ہے چلیں۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ، نکلتے ہیں۔" اس نے پیار سے کہا تو وہ وہ اندر تک خوشی سے بھر گئی۔ اگرچہ وہ تقریباً روزانہ ہی اس کے ساتھ باہر جاتی تھی، کبھی کبھار ڈرائیور بھی ہوتا تھا لیکن اس شام اس کی کیفیات ہی عجیب تھیں۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں پا رہی تھی، وہ بہت کچھ سننا چاہتی تھی، لیکن سن نہیں سکتی تھی۔ گدگداتا ہوا من بہت کچھ چاہ رہا تھا، مگر اظہار نہیں کر سکتی تھی۔ ان کے درمیان خاموش تھی۔ بس میوزک سے کار کی فضا بھری ہوئی تھی۔ جس وقت وہ شہر کے مضافات میں پہنچے تو جمال نے یہ خاموشی توڑی

"بس اب پہنچ جانے والے ہیں۔ آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں گذرا۔"

"ہوں، مجھے تو یہ سفر بہت طویل لگا۔" وہ بے ساختہ بولی

"ہاں، ایسا ہوتا ہے، مشکل وقت اور مشکل سفر طویل ہی لگتے ہیں، خیر یہ وقت اور سفر بھی گذر ہی جائے گا۔" جمال نے کچھ اور ہی سمجھتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے کہا تو اس کے

اندر بیٹھی عورت گویا چیخ پڑی۔وہ کہنا چاہتی کہ تم غلط سمجھے ہو،میں تو کچھ اور ہی کہنا چاہتی تھی ۔فارحہ نے اپنے اندر کی عورت کا گلہ دبادیا۔

ریستوران کی مدہم روشنی میں وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔جمال تھوڑا ابجھ گیا تھا۔پھر ڈنر کے دوران وہ کام ہی کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ایک بھی بات اپنی نہیں کی، جس سے کسی کومل جذبے کا کوئی خوشگوار احساس ان سے لپٹ جائے۔ڈنر کے بعد جب وہ ریستوران سے نکلے تو جمال نے دھیمے سے کہا

"آؤ، تھوڑی شاپنگ ہو جائے، میں تمہارے لئے کچھ خریدنا چاہتا ہوں۔"

"چھوڑو، کیا کرنا ہے فضول پیسے خرچ کے، واپس چلتے ہیں۔" اس نے دل پر پتھر رکھ کر کہا تو جمال کاندھے اُچکا کر رہ گیا۔وہ کار میں آبیٹھے۔واپسی پر پھر وہی طویل خاموشی ان کے ہم سفر تھی۔فارحہ ان لمحات کو بہت محسوس کر رہی تھی۔وہ چاہتی تو اپنی باتوں سے، اپنی اداؤں سے، لفظوں سے جمال کو اسیر کر سکتی تھی۔اس نے ایسا نہیں کیا۔شاید وہ خود کو اپنی ہی بنائی ہوئی سطع سے نیچے نہیں لانا چاہ رہی تھی۔

ژ....ژ....ژ

وہ تیسرے ہفتے کی چوتھی رات تھی۔فارحہ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی۔شام ہی سے اس کے سر میں درد تھا۔اس نے پین کلر لے لی تھی۔ مگر درد تھا کہ بڑھتا ہی چلا گیا۔یہاں تک کہ

تکلیف سے وہ بے بس ہو کر لوٹ پوٹ ہو گئی۔ رجّاں سونے سے پہلے ایک بار اس کے پاس آتی تھی۔ اسے فارحہ کی طبیعت بارے پتہ چلا تو اس نے فوراً جمال کو بتایا۔ اس نے کار نکالی، رجّاں کی مدد سے فارحہ کار میں ڈالا اور قریب ترین چھوٹے سے ہسپتال لے گیا۔ ڈاکٹر اپنے گھر سو رہا تھا۔ اسے جگا کر لایا گیا۔ اس کے پاس بھی سوائے پین کلر انجکشن کے دوسرا کچھ نہ تھا ۔

”انہیں تھوڑی دیر میں سکون آجائے گا، آپ چاہیں تو انہیں لے جا سکتے ہیں۔“ ڈاکٹر نے انجکشن لگا کر کہا

”یہ درد ہوا کیسے ؟“ جمال نے سوال کیا

”یہ تو مرئضہ سے بات کر کے پتہ چلے گا۔ خیر اگر آپ رکنا چاہیں تو رکیں۔ میں یہیں گھر پر ہوں۔“ ڈاکٹر نے کہا اور واپس چلا گیا

فارحہ نیند میں چلی گئی تھی۔ جمال ساری رات اس کے پاس بیٹھا رہا۔ صبح ہونے تک اس کی طبیعت سنبھل گئی۔ وہ جاگی تو بہت حد تک فریش تھی۔ ڈاکٹر نے کافی دیر تک فارحہ سے باتیں کرنے کے بعد یہی بتایا کہ زیادہ کام کی وجہ سے اعصاب پر اثر ہوا ہے۔ ایسا کسی بھی دباؤ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ فارحہ تو سمجھ رہی تھی کہ ڈاکٹر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ نجانے خود پر ہونے والے

کیسے کیسے دباؤ برداشت کر رہی تھی۔ فارحہ جس حد تک اس دباؤ کی شدت کو سمجھتی تھی، جمال اس حد تک کا احساس کیسے کر سکتا تھا۔ وہ صبح صبح واپس آ گئے۔

اگلے دو تین دن تک جمال نے اسے کام نہیں کرنے دیا۔ سبھی کام خود کرتا رہا۔ یوں طبیعت خراب ہونے پر وہ اس کا از حد خیال کرنے لگا تھا۔

اس رات بڑی تیز بارش برس ہو رہی تھی۔ موسم بہت خوش گوار ہو گیا تھا۔ گرمی کی شدت کے بعد بارشوں کا موسم شروع ہو گیا تھا۔ بارش برسنے کے ساتھ ہی اس کے من میں ایک عجیب بے کلی سی جاگ اٹھی تھی۔ وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی، اٹھ کر کھڑکی میں آ گئی۔ وہ کچھ بھی نہیں سوچ رہی تھی۔ بس من چاہ رہا تھا کہ بارش میں جا کر بھیگ جائے۔ وہ کاریڈور میں تو آ گئی لیکن بارش میں بھیگنے کی ہمت نہ پڑی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ رات کے دوسرے پہر یوں خاموشی سے کاریڈور میں آ کر بیٹھنے پر وہ خود حیران تھی۔ جس طرح بارش پڑنے پر مٹی کی خوشبو پھیل جاتی ہے، اسی طرح جذبات کی پھوار میں احساس کی خوشبو بھی من میں اپنا آپ منوانے لگتی ہے۔

گھر سے دور، ریسٹ ہاؤس کے اس کاریڈور میں بیٹھی فارحہ خود کو تنہا محسوس کر رہی تھی۔ فارحہ نے سوچا، اسی ریسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں جمال بھی خود کو تنہا محسوس کرتا ہو گا؟ کیا مرد کے بھی ویسے ہی جذبات ہوتے ہیں جو ایک تنہا عورت کے ہوتے ہیں؟ اس

ایک سوال نے اسے تصوراتی دنیا میں پہنچا دیا۔ یہ ہوتا ہے، ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ کھلی آنکھوں سے خواب دیکھتا ہے۔ ایسے خواب وہ اپنی مرضی سے دیکھتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے ان خوابوں میں دیکھتا ہے، ناآسودہ خواہشیں، بڑا رنگین پیراہن لے لیتی ہیں۔

"تم یہاں بیٹھی ہو، خیریت؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" جمال کی آواز پر اس کا تصور چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ وہ چونک گئی۔ اس نے اپنے بدن میں واضح طور پر ایک نا سمجھ میں آنے والی لہر کو محسوس کیا تھا۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس نے خود پو قابو پایا اور مسکراتے ہوئے بولی

"بس ایسے ہی نیند نہیں آرہی تھی، سوچا بارش ہی کا نظارہ کروں۔ "

"ویسے یہ بارش بھی کتنی بڑی نعمت ہے۔ خاص طور پر اس صحرائی علاقے کے لئے۔" اس نے عام سے لہجے میں کہا تو فارحہ نے غور سے جمال کی چہرے پر دیکھا، وہاں کسی بھی جذبے کا کوئی دیّا روشن نہیں تھا۔ وہ بجھ کر رہ گئی۔ پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولی

"ہاں، گرمی کچھ کم ہو گی تو ہم اپنا کام بھی جلدی سمیٹ لیں گے۔"

"مجھے پورا یقین ہے کہ ہم دیئے گئے وقت تک کام پورا کر لیں گے۔ ویسے میرے ایک دوست نے بتایا ہے کہ اسی علاقے میں ایک مزید سروے بھی آرہا ہے۔ وہ یا تو ہمیں ہی دے دیں گے یا پھر کوئی نئ ٹیم بھیجیں گے۔" جمال نے بتایا تو فارحہ گھبرا گئی۔ اس نے حیرت اور گھبراہٹ میں تیزی سے پوچھا

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں، مجھے میرے دوست نے بتایا، یہ ہو بھی سکتا ہے یا نہیں بھی لیکن تم کیوں گھبرا گئی ہو؟" جمال نے پوچھا

"کیا تم نہیں جانتے ہم دونوں نکاح...." فارحہ کہتے کہتے رُک گئی تو وہ سکون سے بولا

"ہاں، اگر مزید لوگ آ گئے تو یہ بات انہیں پتہ چل سکتی ہے۔ مگر اس سے پہلے ہم کچھ نہ کچھ سوچ لیں گے۔"

"ہاں اگر یہ بات سب کو پتہ چل گئی تو...." اس نے پھر کہتے کہتے خود کو روک لیا

"نہ گھبراؤ، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے بولا پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا" ویسے ایک بات ہے، ہم میں اجنبیت زیادہ نہیں ہو گئی؟"

"اجنبیت، میں سمجھی نہیں؟" وہ حیرت سے بولی

"سوچو، اگر ہم صرف کولیگ رہتے، دوست ہوتے تو زیادہ فرینک ہوتے۔ اب تو ہر بات ناپ تول کر کرتے ہیں، ہم لوگ تنہائی میں کس قدر گھبراتے ہیں، حالانکہ تم میری منکوحہ ہو۔ کیا یہ اجنبیت نہیں ہے؟" اس نے کہا تو اس کے لہجے میں شکوہ اتر آیا تھا

"آپ کیا چاہتے ہیں؟" اس نے رکتی ہوئی سانس کے ساتھ پوچھا

"تعلق میں صرف جسم ہی نہیں ہوتا، اسے اگر ایک طرف رکھ دیں تو یہ چند دن ہمارے لئے خوشیوں سے بھرپور ہو سکتے ہیں۔ یہ ڈر، خوف اور عدم اعتماد کو خود سے دور کر دو۔ دیکھنا اس میں سے کتنا خوشگوار ماحول سامنے آتا ہے۔" اس نے سمجھاتے ہوئے کہا تو فارحہ کا من بھر گیا۔ اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا

"کیوں نہیں، مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔"

"وعدہ؟" یہ کہتے ہوئے جمال نے ہاتھ بڑھا دیا۔ فارحہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا تو لمس کا جادو اس کے پورے بدن میں پھیل گیا۔ وہ خود پر قابو رکھے رہی۔ یہاں تک کہ جمال نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ تو وہ بولی

"وعدہ۔"

"یہ ہوئی نا بات۔" وہ ایک دم سے خوش ہو گیا۔

"چلیں، اب، رات کافی ہو گئی ہے۔" فارحہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ بارش بہت حد تک کم ہو گئی تھی۔ جمال نے باہر کی جانب دیکھا اور اٹھتے ہوئے بولا

"ہاں، چلیں۔"

وہ دونوں چند قدم ساتھ ساتھ چلتے رہے، پھر اپنے اپنے کمروں کی جانب بڑھ گئے۔

اسی رفاقت میں وہ تیزی سے ایک دوسرے کے قریب آتے چلے گئے تھے۔انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ وقت کتنی تیزی سے بیت رہا ہے۔ایسا حسین وقت جو خوبصورت یادیں بن جایا کرتا ہے ۔آنے والے دنوں سے بے نیاز وہ ایک دوسرے کا پہلے سے کہیں زیادہ خیال رکھنے لگے۔

ژ....ژ....ژ

وہ فارحہ اور جمال کے نکاح کا بیالیسواں دن تھا۔

اس شام ویک اینڈ کی وجہ سے وہ دونوں جلدی واپس آ گئے تھے۔رجّاں انہیں چائے دینے آئی تو فارحہ نے بتایا

"رجّاں۔! ہم چائے پیتے ہی شہر نکل جائیں گے۔اس لئے رات کے کھانا ہم شہر سے کھا کر ہی آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے بی بی جی۔" رجّاں نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور چلی گئی۔انہی لمحات میں فارحہ کا سیل فون بج اٹھا۔اسکرین پر دیکھا، یہ اس کی امی کی طرف سے کال تھی۔ایسا کبھی نہیں ہوا تھا، وہ رات ہی کے وقت کال کرتی تھیں۔اس لئے اُس نے جلدی سے کال رسیو کی اور اپنا مگ اٹھا کر لاؤنج سے نکل گئی۔

"بولو اماں، آج اس وقت، خیریت تو ہے نا۔" فارحہ نے پریشانی میں پوچھا

"ارے بیٹا، مجھ سے رہا نہیں گیا۔ مجھے خوشی ہی اتنی ہو رہی ہے کہ کیا بتاؤں۔ میں نے سوچا تمہیں فوراً بتادوں۔" اماں نے چہکتی ہوئی خوشی سے لبریز آواز میں کہا تو اس نے حیرت سے پوچھا

"اماں ایسی کون سی خوشی مل گئی آپ کو؟"

"آخر اپنا خون اپنا ہی ہوتا ہے۔ میں ساری زندگی اپنے بھائی ارسلان کو برا بھلا کہتی رہی۔ لیکن آج اب آیا تو سمجھو میری ساری پریشانیاں ختم کردی میرے بھائی نے۔ آخر ماں جایا ہی کام آیا۔" اماں نے خوشی سے لہکتے لہجے میں کہا

"ایسا کیا کر دیا ماموں نے، جو ساری زندگی نہیں پوچھا اور آج ایک ہی دن میں سب خوشیاں لٹادیں، مجھے بھی تو کچھ پتہ چلے۔" اس نے تجسس سے پوچھا تو وہ بولیں

"کیا بتاؤں بیٹی، یہ تو میرے رب نے مجھ پر کرم کیا ہے کہ اس کے دل میں میرا خیال ڈال دیا، اپنے بیٹے سہیل کے ساتھ سیدھا میرے پاس ہی آیا۔ تین دن سے میرے ہاں ہی ٹھہرا ہوا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ اب یہیں اس شہر میں اپنا گھر لے گا، اور باقی زندگی یہاں سکون سے رہے گا۔"

"تو اماں اس میں آپ اتنا خوش کیوں ہو رہی ہیں؟ وہ جہاں...." فارحہ نے کہنا چاہا تو اماں اس کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے بولیں

"تو سنے گی نا، تو بھی خوش ہو جائے گی۔اپنا گھر گروی تھا نا، وہ آج ہی تیرے ابا کے ساتھ جا کر اس نے بنک سے چھڑوا دیا ہے۔"

"واہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔پتہ نہیں کیسے رحم آ گیا۔" فارحہ نے اب بھی شک کے انداز میں کہا

"اور سن، ارسلان اپنے بیٹے سہیل کو یہیں کاروبار کروانا چاہ رہے ہے، اور اس کے ساتھ تیرا بھائی محسن بھی شامل ہو گا۔کہاں دھکے کھا رہا تھا میرا بیٹا، اب اسے بھی کام مل جائے گا۔" اماں نہال ہوتے ہوئے بولی

"مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی وہ اتنے مہربان کیسے ہو گئے ہیں؟" فارحہ نے حیرت سے پوچھا

"کہہ رہا تھا کہ باپ کی جائیداد میں سے مجھے کچھ نہیں دیا، ایک ہی بہن ہوں اس کی، آخر میرا اماں جایا ہے، درد آ گیا میرا۔" اماں کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔فارحہ سمجھ رہی تھی کہ اماں نے یہ بات کہی ہے تو کیوں اس کا لہجہ بھیگ گیا ہے۔لیکن اس وقت وہ ماضی میں کی ہوئی باتیں یاد کرنے کی بجائے اُس انہونی پر سوچ رہی تھی کہ ماموں ارسلان کے دل میں رحم کیسے آ گیا۔ جس نے کبھی انہیں پوچھا تک نہیں تھا۔

"خیر اماں، اگر ماموں نے ایسا کر دیا ہے تو اس کے پیچھے کوئی اس کا پلان ہو گا، ورنہ اتنی رحم دلی کون دکھاتا ہے۔اب تک انہوں نے...." فارحہ نے کہنا چاہا تو اماں نے اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا

"اب تو سن، میں نے تمہیں فون کیوں کیا ہے۔"

"ہاں اماں بولو۔" اس نے کہا

"تم ایسے کرو، فوراً سب چھوڑ کر واپس گھر آ جاؤ،اب کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں کام کرنے کی۔"

"ایسا کیا ہو گیا اماں؟ ایسے کیسے میں سب چھوڑ کر آ جاؤں۔بس تھوڑا سا وقت رہتا ہے، اٹھارہ بیس دن، کام ختم کر کے آ جاؤں گی، ورنہ مجھے میرا پیکج نہیں ملے گا، جس کے لئے اتنی محنت کی۔"

"ارے میرے بھائی نے تمہارے اکاؤنٹ میں تیرے جہیز کے لئے روپیہ جمع کروا دیا ہے۔" اماں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

"اتنی رقم، میرے اکاؤنٹ میں، مگر وہ کیوں؟" اس نے حیرت سے پوچھا

"تیرے جہیز کے لئے، سمجھ نہیں آ رہی تجھے؟ ارے خوش قسمت ہو تم، بیٹھے بٹھائے گھر میں رشتہ آ گیا۔ہم نے مل کر سہیل سے تمہاری شادی طے کر دی ہے۔سارا خرچ تیرا ماموں

کرے گا۔اب تو جلدی سے واپس آجا۔ نہیں کرنی اب نوکری۔" اماں کہہ رہی تھی اور وہ سن بھی رہی تھی، لیکن اسے سمجھ کچھ بھی نہیں آرہا تھا۔اسے لگا کہ جیسے ایک بھونچال آگیا ہے اور اس کے شور میں اسے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا ہے۔" ارے تو سن رہی ہے میری بات کہ نہیں، کچھ بولو بھی۔" اماں کی ڈانٹ نما آواز سنی تو اسے ہوش آیا۔ تبھی وہ جلدی سے بولی

"اماں ایسے نہیں ہو سکتا، میں کام"....

"بھاڑ میں گیا تمہارا کام، بس تم سب سمیٹو اور چلی آؤ واپس گھر۔" اماں نے نخوت سے کہا

"ارے اماں وہی سمیٹنے ہی کی تو بات کر رہی ہوں، ایسے ایک دم سے نہیں نکلا جانا، میری بات سمجھو۔" فارحہ نے سمجھاتے ہوئے کہا

"مجھے کچھ نہیں پتہ، بس تم ایک دو دن میں آجاؤ۔ ورنہ میں تیرے باپ کو بھیج دوں گی تمہیں لینے کو۔" اماں نے حکم صادر کر دیا

"میں رات کو فون کروں گی۔ پھر بات کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے؟" اس نے بحث کرنے کی بجائے کہا

"رات کو میں ہی کروں گی۔ پر جو کہا ہے وہی کرو، سمجھی تم؟" اماں نے تاکید کر دی تو اس نے جلدی سے فون بند کر دیا۔

یہ اچانک کیا ہو گیا؟ اسی سوال نے اسے چکرا کر رکھ دیا۔ اسے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ بت بنی وہی کھڑی تھی کہ جمال وہیں آ گیا اس نے فارحہ کو یوں بدحواس ہوئی دیدے پھاڑے ایک ہی جانب دیکھتے ہوئے پایا تو پریشانی سے پوچھا

"کیا ہو گیا فارحہ، خیریت تو ہے نا، گھر میں کوئی پرابلم تو نہیں خدانخواستہ؟"

"آں.... ہاں.... وہ کچھ نہیں۔" فارحہ کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

"تم ایسا کرو، ادھر سکون سے بیٹھو، پھر بتاؤ بات کیا ہے۔" اس نے فارحہ کو کاندھے سے پکڑ کر قریب پڑی کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا تو فارحہ کو یوں لگا، جیسے وہ اپنے ہمدرد سے دور کہیں بہت دور جا رہی ہے۔ دُکھ کی ایک لہر نے اس کے اندر اذیت بھر دی۔

"جمال، ہم شاید اب شہر نہ جا سکیں۔" فارحہ بولی

"ٹھیک ہے نہیں جاتے، لیکن اس فون میں ایسا کیا تھا جو...." اس نے آرام سے پوچھا

"جمال، مجھے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا چھوڑ دو، میں بتاتی ہوں، پلیز۔" اس نے بے چارگی سے کہا تو وہ بولا

"ٹھیک ہے، لیکن ابھی تم اپنے کمرے میں جاؤ، پھر بات کرتے ہیں۔" اس نے کہتے ہوئے اسے ہاتھ پھیلایا تو فارحہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا دیا اور اٹھ گئی۔

جس وقت رجّاں نے اسے ڈنر کے لئے بلایا، تب تک وہ خود پر قابو پا چکی تھی۔اس نے سوچ لیا تھا کہ جمال سے کیا بات کرنی ہے۔ڈنر کے بعد جمال کاریڈور میں جا بیٹھا۔فارحہ نے خود چائے بنائی اور ٹرے میں رکھ کر اس کے پاس چلی گئی۔رجّاں جا چکی تھی۔بلاشبہ وہ بھی منتظر تھا کہ فارحہ کیا کہنا چاہتی ہے۔چائے کا پہلا سپ لیتے ہی فارحہ نے فون پر ہونے والی ساری بات بتادی۔جمال خاموشی سے سنتا رہا۔

"ہنہ۔!" اس نے خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے ہنکارا بھرا، پھر سوچتے ہوئے لہجے میں بولا ،"یہ وقت تو آنا تھا، یوں اچانک آجائے گا، اس کے بارے ہم دونوں ہی نے نہیں سوچا تھا۔ خیر ،اب تم کیا چاہتی ہیں؟ کیونکہ فیصلہ تم ہی نے کرنا ہے۔"

"مجھے جانا پڑے گا جمال، ورنہ میرے گھر سے کوئی نہ کوئی یہاں آجائے گا۔ساری بات کھل جائے گی، اور میں ....."وہ کہتے کہتے رُک گئی۔جمال اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر بولا

"فارحہ۔! ہمارا اتنے دنوں کا ساتھ، اتنا وقت اکھٹے بتا دینا، اور پھر ایک ایسے بندھن میں بندھ جانا، میں نہیں سمجھتا کہ اس دوران مجھ سے کوئی ایسی بات ہو گئی ہو، جو تمہیں ناگوار گذری ہو۔میں نے وہی کیا جو تم نے چاہا۔اب بھی میں وہی کروں گا جو تم چاہو گی۔اب بولو کیا کرنا ہے ؟"

"جمال، میں مانتی ہوں کہ تمہارے رویے نے میرا دل جیت لیا ہے۔ تم نے میرا مان رکھا، مجھے عزت دی، احترام دیا۔ ایک لڑکی جب ایسے بندھن میں بندھ جاتی ہے تو نہیں چاہتی کہ تعلق ٹوٹ جائے۔ تم بہت اچھے ہو۔ لیکن میرا ایک سوال ہے، کیا اتنے دنوں کا یہ ساتھ، یہ تعلق رائیگاں تھا؟ اس نے اپنا ذرا سا بھی اثر نہیں دکھایا۔ کوئی جذبہ، کوئی احساس من میں نہیں اُترا؟" فارحہ بہت مشکل سے کہتی ہوئی جذباتی ہو گئی تھی۔

"میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ یقین کرو، ہمارا یہ ساتھ رائیگاں نہیں ہے لیکن۔! فیصلہ تم نے کرنا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا

"میرا فیصلہ تو وہی ہے نا، جو ہم میں طے ہوا تھا، میں تو اس کمٹمنٹ سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔" وہ بھیگتے ہوئے لہجے کے ساتھ بولی

"تو کیا یہ تعلق یونہی نہیں رہ سکتا؟" جمال نے ایک دم سے پوچھا تو خاموش رہی تبھی اس نے کہا" میرے ذہن میں بھی تھا اور ہے۔ مگر یہ اچانک، مجھے اپنے والدین سے بات کرنا ہو گی۔ کم از کم انہیں تو اعتماد میں لینا ہو گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا جیون ساتھی میرے ہی گھر میں بے وقعت ہو جائے۔ مجھے کچھ دن تو چاہئیں ہوں گے نا۔" اس نے اپنی مشکل بتادی۔

"تو پھر، کیا کریں؟" اس نے حسرت سے پوچھا تو جمال چند لمحے سوچتا رہا، پھر حتمی لہجے میں بولا

"دو دن، میں آج رات ہی نکلتا ہوں۔ پرسوں رات یہاں ہوں گا، پھر جو بھی فیصلہ ہو، سب کچھ مجھے کرنا ہو گا، یا پھر میں تمہاری بات مان لوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" فارحہ ایک دم سے مان گئی۔

"جاؤ آرام کرو، پریشان نہیں ہونا، ہماری قسمت میں ہوا تو کوئی ہمیں جدا نہیں کر سکتا۔ دعا کرنا، میں ابھی نکلتا ہوں۔" جمال نے کہا اور اٹھ گیا۔ پھر وہ تیار ہو کر نکل گیا۔

ژ....ژ....ژ

وہ کھڑکی کے پاس کھڑی باہر ہونے والی طوفانی بارش دیکھ رہی تھی۔ وہ ریسٹ ہاؤس کے اس کمرے میں تھی، جس میں وہ پچھلے ڈھائی ماہ سے مقیم تھی۔ شدت سے برستے ہوئے پانی نے سارا منظر دھندلا دیا ہوا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے اس کا اپنا مستقبل دھندلا ہو گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے۔ جس طرح باہر تیز شور ہو رہا تھا، اس سے کہیں زیادہ اس کے من میں شور مچ رہا تھا۔ سوچیں، خواہشیں، امیدیں اور نجانے کیسے کیسے جذبے آپس میں الجھے ہوئے تھے۔ یوں جیسے باہر سر پٹختی ہوئی تیز ہوا کا پاگل پن، درختوں کا حواس باختہ ہنگامہ، ماحول کو خوف زدہ کر دینے والی دیوانگی، خوابوں کے ٹوٹتے ہوئے پتے کڑکتی بجلی جیسے آنے والے حالات کا خوف، اور نجانے کیا کیا کچھ ....

باہر کا موسم اس کے اندر بھی اُترا ہو تھا۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی۔ انہی لمحات میں اُسے لگا نجانے وہ کتنی ہی ان دیکھی زنجیروں میں کس قدر جکڑی ہوئی ہے۔ اسے اندازہ تو تھا کہ فیصلہ کیا ہو جانا ہے، کوئی فیصلہ تو ہونا ہی تھا لیکن ایک موہوم سی امید تھی، بالکل ایسے جس طرح تیز ہوا میں کوئی دِیّا جلانے کی آرزو رکھتا ہو کہ وہی فیصلہ ہو جو اس کا من چاہتا ہے۔ اس کا من کیا چاہتا ہے ؟، اس خواہش پر بھی اس کی اپنی دسترس نہیں تھی۔ جس طرح آندھی اور بارش کا پتہ نہیں چلتا، اس کے حالات بھی ایسے ہی ہو گئے تھے۔ اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ زندگی ایسے بھی کسی دوراہے پر لے آئے گی۔ اسے کوئی ایسا فیصلہ کرنا تھا، جس کے بارے میں اسے خود بھی یقین نہیں تھا۔ ایسا نامعلوم فیصلہ جسے کرتے ہوئے وہ خود ہی خوف زدہ ہو رہی تھی۔

اسے احمد جمال کا انتظار تھا۔ اس طوفانی بارش سے یوں لگ رہا تھا، جیسے قدرت سوچنے کا اُسے تھوڑا سا وقت مزید دینا چاہتی ہے۔ وہ کھڑکی کے پاس ہی پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ پھر سے سوچنے لگی، تا کہ نامعلوم فیصلہ کرتے ہوئے وہ کہیں ڈگمگا نہ جائے۔

طوفان تھم چکا تھا۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ ان دو دنوں میں اس نے خود میں بھی ہمت کر لی تھی۔ جو فیصلہ بھی ہوتا، وہ اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہو چکی تھی۔ دراصل جمال اس کے دل میں اُتر گیا تھا۔ جس دن وہ ریسٹ ہاؤس میں آیا تھا، تب

وہ اس کے لئے کچھ بھی نہیں تھا، سوائے پریشانی کے۔ لیکن جیسے ہی وہ نکاح کے بندھن میں بندھی، وہ اس کے لئے کچھ سے کچھ ہو گیا۔ پہلی رات ہی سے جو اس نے کمٹمنٹ کی پاسداری کی تھی۔

اسی رات پیار کا بیج اس کے دل کی زرخیز زمین میں اُتر گیا۔ پھر جمال کے بے لوث ہونے، احترام اور عزت دینے والے رویے اور اس کے نسوانی احساس نے اس بیج کی آبیاری کی تو محبت کی کونپل نے پھوٹ کر اپنا آپ منوا لیا تھا۔ محبت کی اس خوشبو سے وہ دونوں ہی مہک اٹھے تھے۔ اب یہ ممکن نہیں تھا کہ اس کونپل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں، کیونکہ محبت جس من میں پھوٹ پڑتی ہے، امر بیل کی طرح پورے وجود ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لمیتی بلکہ روح تک بھی رسائی کر جاتی ہے۔

پورچ میں کار رُکنے کی آواز آئی تو فارحہ کا دل لرز اٹھا۔ آنے والے لمحے نجانے کیا فیصلہ لے کر آتے ہیں۔ وہ ہاں اور ناں کی صلیب پر لٹک گئی۔ اسے معلوم تھا کہ جمال اس کے کمرے میں نہیں آئے گا۔ وہ اٹھی اور کچن میں چلی گئی۔ اس نے پانی لیا اور لاؤنج میں آ گئی۔ وہ تھکا ہوا صوفے پر بیٹھا تھا۔ فارحہ نے پانی اس کے پاس رکھتے ہوئے پوچھا

”کھانا لگاؤں؟“

”نہیں، میں نے راستے میں کھا لیا تھا۔ بھوک نہیں اب۔“ اس نے دھیمے سے لہجے میں کہا

"چائے بناؤں۔" اس نے پھر پوچھا

"ہاں، چائے بنالو۔ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔" اس نے تیزی سے کہا اور اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ نجانے کیوں فارحہ کا دل بجھ گیا تھا۔ جمال کا رویہ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

وہ چائے بنا کر کاریڈور میں آ گئی تو جمال وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔ وہ میز پر ٹرے رکھ کر سامنے پڑی کرسی بیٹھ گئی تو جمال نے اس کی طرف دیکھا، پھر دھیمے سے لہجے میں بولا

"فارحہ۔! میرے والدین نہیں مانے۔ ہماری کچھ مجبوریاں ہیں۔ جن کی تفصیل میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں شرمندہ ہوں۔ میں نے تمہیں دو دن روکے رکھا۔ اب وہی ہو گا، جو تمہارے ساتھ کمٹمنٹ ہوئی تھی۔" جمال کہتا رہا لیکن فارحہ کو یوں لگا جیسے وہ اندر سے ٹوٹ کر پگھلنے لگی ہے۔ آنسو پلکوں پر آ کر مچلنے لگے۔ وہ جمال کو کوئی دوش نہیں دے سکتی تھی۔ اب تک جو بھی ہوا تھا، اسی کی مرضی سے تھا۔ اس کے من میں محبت کی کونپل نے سر اٹھالیا تھا، اس میں بھی وہ جمال کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتی تھی۔ اس لئے خود پر قابو پاتے ہوئے بولی

"ٹھیک ہے۔ اب مجھے صبح جانا ہو گا۔"

"ہاں، طلاق کے کاغذات بن گئے ہیں۔ میں نے نکلتے وقت فون کر دیا تھا۔ صبح فاریسٹ آفیسر آئیں گے تو...." وہ اتنا ہی کہہ سکا۔ فارحہ نے ایک طویل سانس لی اور اٹھ گئی، اب کہنے

کو کچھ نہیں بچا تھا۔ وہ خود پر جبر کر کے اپنے کمرے تک گئی۔ وہاں جاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ اسی وقت سارے آنسو بہا دینا چاہتی تھی۔

ژ....ژ....ژ

شام کے سائے پھیل گئے تھے جب فارحہ نے اپنے گھر کی دہلیز پر قدم رکھا۔ ایک دم سے اس کا دل بھر آیا۔ کوئی بھی طلاق یافتہ لڑکی، اپنے میکے آتی ہے تو وہ اس کے لئے قیامت کی گھڑی ہوتی ہے۔ اتنا بڑا طوفان آ کر گذر گیا، لیکن اس قدر خاموشی؟ وہ پوری جان سے لرز گئی۔ محسن اسے لینے گیا ہوا تھا۔ گھر میں اماں اور ابا اس کے انتظار میں تھے۔ گھر میں ملنے ملانے سے لے کر رات گئے باتوں تک، اُسے کچھ سمجھ میں آیا، کچھ نہیں۔ وہ تھکن کا کہہ کر اپنے اسی کمرے میں آ گئی جس میں بچپن سے لے کر جوانی تک کا وقت گذارا تھا۔ وہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر سے وہی منظر جاگ گیا، جب جمال نے اُسے الوداع کہا تھا۔ ٹکٹ لے کر کوچ میں بٹھانے تک وہ بالکل خاموش رہا تھا۔ جیسے ہی کوچ چلنے لگی، اس نے دھیمے سے لہجے میں اتنا ہی کہا

”میرا سیل نمبر آپ کے پاس ہے۔ جب بھی میری ضرورت محسوس ہو، مجھے کال کر لیں۔ ایک اچھے دوست کی طرح میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔“

عام سے یہ لفظ نجانے کس جذبے میں بھیگے ہوئے تھے کہ سیدھے اس کے دل میں اُتر گئے ۔جیسے رائیگاں محبت کی دیوار پر جذبوں کے یہ نشاں کسی اعزاز کی طرح سج جائیں۔

"میں بھی۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ تبھی اس نے ایک نگاہ اس کی طرف دیکھا۔ یہ دیکھنا بہت ظالم تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی، وہ پلٹ گیا تھا۔ فارحہ نے اسے دیکھنا چاہا، مگر وہ یوں او جھل ہو گیا تھا، جیسے اس کی زندگی سے چلا گیا تھا۔ مایوس نگاہیں پلٹ آئیں۔ اس نے آنسوؤں کو روکنے کے لئے سختی سے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ فارحہ کو اس تلخ حقیقت کے ساتھ اپنی دنیا میں لوٹنا پڑا تھا کہ اب فقط یادیں ہی ہیں جو ساری زندگی اس کے ساتھ رہیں گی۔

اس کے ماموں ارسلان نے گھر کرائے پر لے لیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے سہیل کے ساتھ کر اُس میں شفٹ ہو گئے تھے۔ یہ بڑا غنیمت تھا۔ ورنہ جو فارحہ نے سوچا تھا، وہ اس طرح اپنی ماں کو بات نہ سمجھا سکتی تھی۔ جمال نے اسے طلاق دی تھی اور طلاق کے بعد اسے ابھی عدت گذارنا تھی ۔ یہ وقت گذرنے کے بعد ہی اس کا نکاح ہو سکتا تھا۔ فارحہ کو یہ وقت گذارنا تھا۔ جس طرح اس نے اپنے نکاح کے بارے میں نہیں بتایا تھا، اسی طرح وہ اپنے عدت کے ان دنوں کو بھی چھپا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اس راز کو وہ راز ہی رکھنا چاہتی تھی۔ اسے یہ اچھی طرح معلوم تھا، اگر اس کے ہونٹوں سے بات نکل گئی تو پھر وہ راز نہیں رہے گا۔ اسے اگر دنیا کی باتیں نہیں

سننی، ساری زندگی کے لئے خود کو محفوظ رکھنا ہے تو اسے یہ سب راز ہی رکھنا تھا۔ سو اس نے سوچ لیا تھا کہ یہ وقت کس طرح گزارنا ہے۔ اسی لئے فارحہ ناشتے کے بعد اپنی اماں کے پاس بیٹھی ہوئی اسے یہ بات سمجھا رہی تھی کہ چند دن کے مزید کام کے بعد اسے اب تک کی ساری محنت کا معاوضہ مل جانے والا ہے۔

"نہ یہاں گھر میں رہ کر کیسے کر سکتی ہے کام؟" اماں نے پوچھا تو اس نے سمجھاتے ہوئے کہا

"یہ میرے پاس لیپ ٹاپ ہے، وہاں پر ابھی جو لوگ ہیں، میں ان کے ساتھ مل کر اس کام کو ختم کر لوں گی۔ میں یہ سب طے کر کے آئی ہوں ان کے ساتھ، یہ میرے لئے مشکل نہیں ہے۔"

"لیکن ہمارے لئے تو ہے نا مشکل، ہم تمہاری شادی کا سوچ رہے ہیں، انہی ایک دو ہفتوں میں۔" اماں نے اپنی رُو میں وہ بات کہہ دی جس کے بارے میں اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ وہ پوری جان سے لرز گئی۔ اگر ان لوگوں نے زبردستی یہ سب کر دیا تو وہ کیا کرے گی؟ وہ عدت میں کیسے شادی کر سکتی ہے؟ یہ سوالیہ نشان اسے پاگل کر دینے کے لئے کافی تھا۔

"بولتی کیوں نہیں ہو، کیا سانپ سونگھ گیا تمہیں؟" اماں کی تیز آواز اسے حقیقت کی دنیا میں لے آئی۔

"اماں یہ کیا کہہ رہی ہو۔ابھی مجھے یہ کام مکمل کرنے دو، شادی بھی ہو جائے گی، میں بھاگی جارہی ہوں کہیں۔" اس نے تلخی سے کہا، فطری طور پراس کی آواز میں تلخی در آئی تھی۔اس سے پہلے کہ اماں مزید بات کرتی وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔وہ سوچنا چاہتی تھی کہ اب اس مسئلے کا حل کیا ہو سکتا ہے۔اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔اچانک افتاد سے انسان کی سوچیں تک سلب ہو جاتی ہیں۔

یہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے۔جب تک عدت کے دن پورے نہیں ہو جاتے،تب تک وہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی تھی۔فارحہ نے سوچا تھا،دو تین ماہ گزر ہی جائیں گے شادی کو۔وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ اتنی رقم آجانے پر اماں نے جو اسے گھر بلا لیا تھا، یہ اس کی فطری محبت تھی۔ مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ گھر آتے ہی شادی رکھ دی جائے گی۔وہ بھی اتنی افراتفری میں۔فارحہ کے لئے سب سے بڑا مسئلہ یہی تھا کہ اس نے عدت کے دن گذارنے تھے،اس کے بعد ہی وہ سہیل کے ساتھ شادی کر سکتی تھی۔وہ جس طرح اس مسئلے پر سوچتی جارہی تھی، کئی سوال اٹھنے لگے تھے۔اسے ان سوالوں پر بہر حال سوچنا تھا۔

پہلا سوال یہی تھا کہ وہ اپنے نکاح کے بارے میں گھر والوں کو بتائے یا نہیں؟ دوسرا اس کی عدت کتنی ہے؟ کتنے عرصے تک اسے رُکنا پڑے گا؟اگر ماموں نے جلدی کا شور مچادیا تو وہ کیا

کرے گی؟ جتنا اس نے جمال کے ساتھ نکاح کرنا آسان سمجھا تھا، اب اسے بھی زیادہ گھمبیر صورت حال اس کے لئے پیدا ہو گئی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ اس کا دماغ دُکھنے لگا تھا۔ کوئی ایسا بھی نہیں تھا جس سے وہ اپنے دل کی بات کہہ سکے۔ وہ انہی سوچوں میں تھی کہ محسن نے ماموں اور سہیل کے آنے کی اطلاع دی۔ اس لئے اماں اور ابا بلا رہے ہیں۔ ناچار اسے صحن میں جانا پڑا۔ بلاشبہ اس کا امتحان شروع ہو چکا تھا۔

ماموں ارسلان کافی بوڑھے دکھائی دے رہے تھے، جبکہ ان کا بیٹا کافی وجیہ نوجوان تھا۔ شکل صورت سے تو وہ اچھا ہی تھا، دراز قد اور کافی مضبوط جسم کا مالک ہونے کے ساتھ پہلی نگاہ میں اچھا تاثر دینے والا تھا۔ فارحہ نے سلام کیا، ماموں اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے، اور بڑی خوشی سے بولے

"ارے واہ، میری بیٹی اتنی بڑی ہو گئی ہے۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے فارحہ کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور دعائیں دینے لگے، اس نے اپنے کزن کو بھی سلام کی اور وہیں بیٹھ گئی۔ ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد انہوں نے اس کی جاب کے بارے میں پوچھا۔ وہ بتاتی رہی۔ بلکہ یہی زور دیا کہ کچھ عرصہ تک انہیں کام مکمل کر کے دینا ہو گا۔ تبھی ماموں نے کہا

"بس بیٹا۔! اب کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ انہیں کہو وہ اپنا کام خود ہی مکمل کروالیں۔"

"نہیں ماموں، بہن نے انہیں بانڈ دیا ہے، وہ مجھے کرنا ہو گا۔"اس نے جھوٹ بول دیا

"یہی پہن نا وہ تمہارے پیسے نہیں دیں گے ، کوئی بات نہیں، چھوڑو بس۔"انہوں نے لاپرواہی سے کہا

"نہیں ماموں، مجھے کرنا ہو گا۔اب مجھے تو پتہ نہیں تھا کہ حالات یہ ہو جائیں گے۔ خیر میں جلد ہی اسے سمیٹ لوں گی۔"اس نے بحث سے بچنے کے لئے تیزی سے کہا

"اوکے، چلو دیکھتے ہیں۔" ماموں نے بھی وقتی طور پر بات ختم کر دی۔وہ کچھ دیر بیٹھی اور پھر چائے بنانے کا بہانہ بنا کر اٹھ گئی۔

ژ....ژ....ژ

فارحہ ساری رات نہیں سو پائی تھی۔اسے پورا ایک ہفتہ لگا۔اس دوران اس نے یہ معلومات لے لیں تھیں کہ اسے اپنی عدت کے تقریباً تین ماہ دس دن گزارنا ہوں گے۔ پھر اس کے بعد وہ شادی کر سکتی ہے۔ان معلومات میں بہت ساری باتیں سامنے آئیں تھیں لیکن اس نے اپنے لئے اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اس بات کو ترجیح دی کہ چاہے رخصتی نہیں ہوئی ،اور میاں بیوی نے ازدواجی وقت نہیں گزارا لیکن انہیں خلوت میں رہنے کا وقت مل گیا تھا۔ لہذا اس کی عدّت ہے اور اسی پر اس نے صاد کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خاموشی سے اپنی عدت پوری کرے گی۔پہلے تو وہ پوری کوشش کرے گی کہ کسی کو بتائے بغیر یہ مدت پوری

کرلے، بہت ضروری ہوا تو بتادے گی۔ اگر کسی بھی طرح اس کی شادی سہیل سے نہیں ہوئی تو کوئی بات نہیں، اسے اپنا ایمان زیادہ عزیز تھا۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے اس نے خود میں کہیں زیادہ اعتماد محسوس کیا۔

اس ایک ہفتے میں اس کے دماغ میں یہ بات بھی گھومنے لگی کہ ماموں ارسلان اچانک اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں بسنے کیوں آ گئے تھے ؟اور اگر کسی بھی وجہ سے یہاں آ بھی گئے تھے تو انہی پر اتنی مہربانیاں کیوں ہونے لگیں کہ پیسہ پانی کی طرح ان پر بہایا جانے لگا تھا؟ کوئی نہ کوئی وجہ ضرور رہی ہو گی ورنہ صرف بہن کی محبت اتنا جوش نہیں مارتی، جو کچھ بھی تھا، ان آئندہ آنے والے دنوں میں کھلنے والا تھا۔ یہ اطمینان کرلینا بھی تو اس کا حق تھا۔

دوسرے ہفتے میں فارحہ کا کام مکمل ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس نے جمال احمد کے ساتھ مل کر رپورٹ بھی تیار کرلی۔ وہ اس کے ساتھ آن لائین رہا تھا۔ اب وہ رپورٹ جمع بھی ہونی تھی ۔جمال احمد وہاں سے سب کچھ کلوز کر کے نکل گیا تھا۔ اب ایک دن کے لئے اسے ہیڈ آفس جانا تھا۔ تاکہ نہ صرف اپنا کام دے دے بلکہ ریزائن بھی کر دے۔ اس شام جمال احمد نے اسے بتادیا کہ وہ کل ہیڈ آفس جارہا ہے، وہ بھی آ جائے۔ یہ بات جب اس نے اپنی اماں کو بتائی تو اس نے حیرت سے پوچھا

”کیوں جارہی ہو؟“

"میں ریزائن دینے جارہی ہوں۔" اس نے اطمینان سے کہا

"ارے جب نوکری چھوڑدی تو بس چھوڑدی۔" اس کی اماں کی سمجھ میں بات نہیں آرہی تھی۔ تبھی اس کے ابانے کہا

"نہیں اسے جاناپڑے گا۔ جانے دو۔"

"کاہے کو؟" اماں نے پوچھا

"تمہیں نہیں پتہ، جب بندہ نوکری کرتا ہے تو یوں چھوڑ کر نہیں بیٹھ جاتا، سو معاملات ہوتے ہیں۔ ورنہ کہیں ملنے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں نیک بخت، سمجھا کرو کچھ۔" اس کے ابّا نے کہا

"ٹھیک ہے، اب میں کیا کہوں۔" اس کی اماں نے گویا ہتھیار ہی پھینک دیئے۔ ورنہ تو جب سے ماموں نے آکر اپنا پیار جتایا تھا، اماں کے رویے ہیں بھی تبدیلی آگئی تھی۔ بعض اوقات وہ ابا سے بھی سخت بات کر جایا کرتی تھی۔

اگلے دن دوپہر سے پہلے وہ ہیڈ آفس جا پہنچی۔ جمال اس کا انتظار کر رہا تھا۔ فارحہ کی جیسے ہی اس پر نگاہ پڑی تو اس کے من میں دکھ کی لہر پھیل گئی۔ ایک انجان احساس اس کے رگ وپے میں سرائیت کر گیا۔ یہی وہ شخص تھا، جسے وہ اپنا کہہ سکتی تھی، جو کبھی اس کا اپنا تھا، اب اس کا

نہیں رہا تھا۔ کھو دینے کا احساس اذیت دینے لگا۔ وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی کیفیت کو جان گیا، اس لئے بڑے نرم لہجے میں بولا

"خود پر قابو رکھو فارحہ، خواب بھول جایا کرتے ہیں، وہ یاد رکھنے کے نہیں ہوتے۔"

"لوگ خوابوں کو حقیقت بناتے ہیں اور تم حقیقت کو خواب بنا دینا چاہتے ہو؟" وہ دُکھ بھرے لہجے میں یوں بولی جیسے اس کے لفظ آنسوؤں سے بھیگ گئے ہوں۔

"میں اگر حالات پر قابو رکھ سکتا تو کبھی خواب نہ بننے دیتا۔" جمال نے اس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے تاسف سے کہا تو وہ مزید کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ وہ خود پر قابو پانے لگی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو اس کا راز کھول دیں۔ وہ وہاں سے ہٹ گئی۔ پھر جتنی دیر تک وہ وہاں رہی، اس نے کوشش کی کہ جمال سے دوبارہ سامنا نہ ہو۔

دوپہر کے بعد جب وہ ہیڈ آفس سے لوٹی سے اس کے دل پر بوجھ تھا۔ کھو دینے کا احساس اسے بے چین کر رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ وقت کو کیسے واپس لے آئے۔ جمال سے شادی کرنے اور پھر طلاق لے لینے کے دونوں فیصلے جلد بازی میں کئے گئے تھے۔ اس کا من رُونے کو چاہ رہا تھا لیکن بیچ سڑک میں وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ جمال نے سچ ہی کہا تھا اب اسے خواب سمجھ کر بھولنا ہی ہو گا۔

اسی شام جب وہ کھل کر رُو چکی تھی۔ من کا بوجھ کسی حد تک کم ہو گیا تھا۔وہ کھلی فضا میں جانا چاہتی تھی۔اس کا چھوٹا سا گھر ایسا نہیں تھا کہ جس میں کوئی کاریڈور ہوتا اور وہ وہاں بیٹھ جاتی، کوئی بالکنی ہوتی، زیادہ سے زیادہ چھت تھی، جہاں وہ کچھ دیر سکون سے بیٹھ سکتی تھی۔اس نے صحن میں بیٹھی اماں کو دیکھا، دو کپ چائے بنائی، ایک کپ اسے دیا اور چھت پر چلی گئی۔ابھی اس کا کپ ختم نہیں ہوا تھا کہ چھت پر اپنے لندن پلٹ کزن سہیل کو دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئی، پھر خود میں سمٹ گئی۔وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ اماں کی رضامندی کے بنا یہاں نہیں آیا، ورنہ اسے کیا الہام تھا وہ کہاں پر ہے ؟علیک سلیک کے بعد فارحہ ہی نے اس سے پوچھا

"سہیل بھائی، چائے پئیں گے ؟لاؤں بنا کے آپ کے لئے ؟"اس نے جان بوجھ کر ایسا کہا تھا، جس کا ردعمل اس نے اگلے ہی لمحے دیکھ لیا۔ سہیل نے دھیمی سی مسکان کے ساتھ کہا

"نہیں میں نے چائے نہیں پینی، میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کو رُکا، پھر بولا،" اور یہ تمہیں بھی پتہ ہے کہ جلدی ہی ہماری شادی ہونے والی،اس لئے تم مجھے صرف سہیل کہہ سکتی ہو۔"

"شادی سے پہلے تو سارے ...." اس نے کہنا چاہا لیکن سہیل نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

"اب تمہیں پتہ چل گیا ہے نا،اس لئے۔ "

"اوکے، آپ کچھ باتیں کرنا چاہ رہے تھے؟" فارحہ نے پوچھا

"یہاں کہاں ماحول ہے، میں چاہتا ہوں کسی پر سکون سی جگہ پر باتیں کی جائیں، یہ کوئی ماحول تو نہیں ہے۔" اس نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا

"وہ ماحول کیسا ہونا چاہئے؟" اس بار فارحہ نے بھی یونہی چھیڑنے کے لئے کہہ دیا۔

"کوئی پارک، کوئی اچھا سا ریستوران، یا کوئی لانگ ڈرائیو، کہیں بھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے یوں کہا جیسے وہ فوراً مان جائے گی۔

"ٹھیک ہے، میں اماں سے پوچھ لوں گی، آپ بتا دیجئے گا، جب جانا ہو۔" اس نے دھیمی سی آواز میں کہا

"ہاں ہاں، کیوں نہیں، ہم نے بتائے بنا تھوڑا جانا ہے، ہم اپنے ہی گھر والوں سے کیا چھپائیں گے، کہو تو ابھی پوچھ لوں؟" اس نے اعتماد سے پوچھا

"جیسے آپ کی مرضی، لیکن میرے خیال میں یوں رات کو گھر سے باہر رہنا اچھا تو نہیں ہے نا۔ ابھی نکلے تو رات ہو جانی ہے۔" اس نے دھیمے سے لہجے میں کہا

"چلو اوکے ڈن، کل دوپہر کو سہی، میں فون کر دوں گا۔" اس نے کہا اور لاپرواہی سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ فارحہ کو یہاں گھٹن محسوس ہونے لگی۔ اس نے تیزی سے کہا

"نیچے چلیں سہیل بھائی، میرا مطلب سہیل صاحب۔" اس نے کہتے کہتے جلدی سے تصیح کر ڈالی، جس پر سہیل یوں مسکرادیا جیسے اس نے کوئی فتح حاصل کر لی ہو۔ اس نے کندھے اُچکاتے ہوئے نیچے جانے کا یوں اشارہ کیا جیسے اسے اجازت دے رہا ہو۔ وہ تیزی سے نیچے جانے کے لئے بڑھ گئی۔ سیڑھیاں اُترے ہوئے اس کے ذہن میں تھا کہ یہ تو ابھی سے حکمرانی کا حق جتانے لگا ہے۔

اگلے دن ابھی دوپہر بھی نہیں ہوئی تھی کہ سہیل کی کال آگئی۔ وہی لہجہ، وہی انداز حکمرانی والا،

"تیار ہو جاؤ، میں لینے کے لیے آرہا ہوں۔"

"لیکن میں نے تو ابھی اماں سے پوچھا ہی نہیں۔" فارحہ نے جلدی سے بتایا

"میں نے پوچھ لیا ہے۔ بس تم انہیں بتادو کہ میرے ساتھ جا رہی ہو۔" سہیل نے تیزی سے کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر ہوا بھی وہی، اماں نے اسے کوئی تبصرہ کئے بغیر جانے کی اجازت دے دی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اماں کی مرضی ہی نہیں وہ چاہتی ہی ایسا ہیں۔ فارحہ اگر کہیں مخالفت کر بیٹھی تو اس کا انجام اماں کی شدید مخالفت کی صورت بھگتنا پڑے گا۔ بلاشبہ ایسی صورت میں تو اس نے جو اپنی عدت کے دن گذارنے ہیں وہ ناممکن ہو جائیں گے ؟ عدّت سے پہلے شادی سے وہ کس طرح بچ پائے گی؟ یہ ابھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ سہیل کے ساتھ کار میں بیٹھی ہوئی جارہی تھی۔ وہ خاموش تھی۔ اس کے دماغ میں جو مہیب مسئلہ چل رہا تھا، وہ خود اس سے خوف زدہ تھی۔ اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ ہم کہاں جارہے ہیں؟ سہیل نے یونہی سرسری سی باتیں کی، جس کا جواب اس نے ہوں ہاں میں دیا تھا، پھر اس نے بھی خاموشی اختیار کرلی۔ ان کے سفر کا اختتام ایک پارک میں ہوا، جہاں دن کے وقت اتنی رونق نہیں ہوتی تھی۔ وہ وہاں سکون سے بیٹھ کر بات کر سکتے تھے۔ وہ دونوں لکڑی کے ایک بینچ پر بیٹھ گئے۔

"دیکھو فارحہ۔! شادی کوئی گڈے گڈی کا کھیل تو ہے نہیں، میں صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر تمھاری اور میری شادی ہو جاتی ہے تو کیا تم اس رشتے پر خوش ہو؟" سہیل نے سیدھے ہی سوال کر ڈالا

"ظاہر ہے لڑکے اور لڑکی کی رضامندی کے بغیر شادی تو ہوتی ہی نہیں ہے۔ میں ایک لڑکی ہوں، میرے والدین نے میری کہیں تو شادی کرنی ہے۔ وہ بہتر سمجھتے ہیں۔" وہ پرسکون لہجے میں اعتماد سے بولی

"مطلب، والدین کی رضامندی سے وہ جہاں کہیں بھی کردیں؟" اس نے پوچھا

"وہ میرے لئے اچھا ہی سوچیں گے۔" وہ بولی

"دیکھو، میں ایک کھلے ذہن کا بندہ ہوں۔ میں نے بہت سارا وقت فارن میں گزارا ہے ۔شادی کے بعد میں کوئی ٹینشن نہیں لینا چاہتا، ایک بہتر زندگی گذارنا چاہتا ہوں۔" سہیل نے کہا تو فارحہ کے دماغ میں الارم بج گیا۔یہی وہ بات ہے جو وہ کہنا چاہتا ہے اس لئے سکون سے پوچھا

"سبھی بہتر زندگی گذارنا چاہتے ہیں، اور آپ کی ٹینشن میں سمجھی نہیں؟"

"تمھاری کوئی پسند ہے؟ تم کسی اور کو چاہتی ہو تو میں تم پر مسلط نہیں ہوں گا۔خاموشی سے کسی دوسری لڑکی سے شادی کرلوں گا۔ایسا نہ ہو نا کہ"....

"ایسا کچھ بھی نہیں سہیل صاحب جو آپ سوچ رہے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کو رکی، پھر بولی، "آپ کے ذہن میں اگر کوئی اور سوال بھی ہے تو کرلیں۔"

"نہیں کوئی خاص نہیں، بس یہی ایک بات تھی کیونکہ میں نے تمہارا رویہ دیکھا، جس میں کوئی گرم جوشی نہیں ہے۔" سہیل کے یوں کہنے پر وہ بہت کچھ کہہ سکتی تھی، وہ سارے سوال کرسکتی تھی جو اس کے دماغ میں آئے تھے لیکن وہ خاموش رہی۔تب وہ اپنی باہر گزاری ہوئی زندگی کے بارے میں بتانے لگا، وہ خاموشی سے سنتی رہی، یہاں تک کہ اس نے کہا، "میں چاہتا ہوں کہ شادی سے پہلے اپنا گھر ایک دم سیٹ ہو جائے، تم اس میں دلچسپی لو، اور اپنے انداز میں اسے سجاؤ۔ جیسے ایک گھر کی ضرورت ہوتی ہے۔ "

”ٹھیک ہے، میں کوشش کرتی ہوں۔“ اس نے حتمی لہجے میں کہا تو سہیل نے اٹھتے ہوئے کہا

”اب بتاؤ، شہر میں تمہاری پسند کا ریستوران کون سا ہے، وہیں لنچ لیتے ہیں۔“

”میں کسی بڑے ریستوران کو نہیں جانتی، میں کبھی گئی نہیں وہاں پر۔“ فارحہ صاف مکر گئی۔ یہ ایک طرح سے سچ بھی تھا لیکن اس نے جو مسکراہٹ سہیل کے لبوں پر دیکھی، اس پر وہ حیران رہ گئی۔ ایسی مسکراہٹ، جسے وہ کوئی نام نہ دے سکی، شاید طنزیہ، شاید اس کی غربت کا مذاق یا پھر اس کے لاعلم ہونے پر افسوس۔ جو کچھ بھی تھا، اس مسکراہٹ میں ایک تکبر ضرور تھا۔

”چلو آؤ، میں بتاتا ہوں۔“ اس نے کہا اور اٹھ گیا۔ فارحہ کو بھی اس کے ساتھ اٹھنا پڑا۔

☆....☆....☆

فارحہ کی حالت بالکل پاگلوں جیسی ہو گئی تھی۔ دن کا سکون اور راتوں کی نیند اُڑ گئی تھی۔ اسے سہیل سے کوئی مسئلہ نہیں تھا، اور وہ اس کے بارے میں ابھی کچھ بھی سوچنا نہیں چاہ رہی تھی ۔ اسے اگر فکر تھی تو اپنی عدّت کی۔ اس کی عدّت کو ابھی چار ہفتے ہی گذرے تھے۔ محض تیس دن، اور ابھی ستّر دن باقی تھے۔ وہ چکرا کر رہ گئی تھی کہ اگر اس کی شادی کا مطالبہ یونہی جاری رہا تھا تو باقی دن کیسے پورے کر پائے گی؟ کیا وہ سب کچھ سچ سچ بتا دے؟ یہ ایک ایسا

خوفناک سوال تھا، جس کے بارے میں وہ جتنا سوچتی، نہ صرف اتنا اُلجھتی، بلکہ خوف زدہ ہو جاتی۔

سب سے پہلے اسے اپنے گھر والوں کی ہی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا۔اس کی ماں کی نگاہوں میں جو تھوڑی بہت عزت تھی، وہ بالکل ختم ہو کر رہ جاتی۔ اس کے بھائی کے لئے وہ تیسرے درجے کی ایک آوارہ لڑکی بن جاتی ،اور باپ سوائے نفرت کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔وہ شاید ان لوگوں کی نفرت برداشت کر لیتی لیکن یہی بات جب گھر سے نکل کر ارد گرد کے لوگوں کے کانوں تک پہنچتی تو نجانے کیا کیا افسانے بن جاتے، ہر کوئی اپنے مطلب کی نئی نئی تعبیریں نکالتا۔ یہاں تو کچھ نہ ہونے سے بہت کچھ بن جاتا ہے، وہ تو پھر اس کا نکاح تھا۔اس کا یقین کون کرتا؟ وہ جب سوچتی تو لرز کر رہ جاتی۔

ہر آنے والے دن کے ساتھ فارحہ کی پریشانی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ کیونکہ ہر نئی صبح سے ہی اس کی شادی کی بات ہونا شروع ہو جاتی تھی۔اسے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ جہاں وہ پریشانی میں سوچتی وہیں اسے ماورا کا خیال آتا کہ اس سے مدد لے، ممکن ہے وہ کوئی ایسا مشورہ دے سکے، جس سے کم از کم یہ ستّر دن نکل جائیں۔ پچھلے تین دن سے وہ اسے سیل فون پر پیغام دے رہی تھی لیکن اس کا کوئی جواب ہی نہیں آیا تھا۔

پریشانی کے ان دنوں میں وہ محسوس کر رہی تھی کہ جیسے اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔وہ جو بھی سوچتی اسے ہر طرف سے دروازہ بند دکھائی دیتا تھا۔تب اسے لگا کہ جمال کے ساتھ شادی کا جوایڈونچر تھا،وہ اس کی زندگی تباہ کر دینے والا تھا۔

وہ مایوسی بھری کھردری دوپہر تھی۔وہ اپنی کمرے میں پڑی اپنی پریشانی کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اسی دن سہیل بھی آگیا۔وہ نئے گھر کے لئے آرکیٹیکچر سے ملنا چاہتا تھا۔اس کا خیال تھا کہ فارحہ بھی اس کے ساتھ چلے تاکہ گھر کا نقشہ بنانے میں اس کی بھی رائے شامل ہو۔اماں تو سہیل کی اس بات پر نہال ہو گئی۔اس نے فارحہ کو زبردستی تیار کر کے بھیج دیا۔وہ گھومتے ہوئے دماغ کے ساتھ اس کے ساتھ چل دی۔وہ کافی دیر آرکیٹیکچر کے پاس بیٹھ کر اسے نئے گھر کے نقشے بارے بتاتا رہا۔وہ سنتی رہی اور ہوں ہاں میں مشورہ دیتی رہی۔تقریباً تین گھنٹے کی مغزماری کے بعد وہ آرکیٹیکچر کے آفس سے نکلے تو سہیل نے کہا

"آؤ فارحہ،کوئی نئے ریستوران چلیں۔"

"میری طبیعت خراب ہو رہی ہے سہیل،ہم گھر نہ چلیں۔" فارحہ نے کہا تو سہیل نے طنزیہ انداز میں پوچھا

"اگر طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں اور اگر میرا ساتھ پسند نہ ہونے کی وجہ ہے تو گھر واپس جاتے ہیں۔"

"ایسی کوئی بات، بس ایویں دل گھبرا رہا ہے۔" اس نے ایک دم سے ابھر آنے والے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا تو سہیل دھیرے سے ہنس دیا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا

"اچھا کھانا کھاؤ گی نا، تھوڑا ماحول بدلے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ "

وہ ایک مہنگے ریستوران میں آ بیٹھے جہاں واقعی ہی خوشگوار فضا تھی۔اس نے چند طویل سانس لئے اور سکون سے بیٹھ گئی۔اس کے سوا چارا بھی نہیں تھا۔

اس وقت وہ کھانا کھا چکے تھے۔ سہیل اٹھ کر واش کی جانب گیا ہی تھا کہ فارحہ کا سیل فون بج اٹھا۔ کوئی انجان نمبر تھا۔اس نے کال رسیو کی تو دوسری طرف سے ایک بھاری مردانہ آواز ابھری

"میں ارباز بات کر رہا ہوں، آپ فارحہ ہیں نا؟

"جی ہاں، میں ہی ہوں، کیسے ہیں آپ؟" اس نے بے دلی سے پوچھا تو وہ بولا

"میری ماورا سے ابھی بات ہوئی ہے، وہ کہہ رہی ہے آپ کو کوئی پرابلم ہے، بولیں، کیا پرابلم ہے، میں کوشش کرتا ہوں اسے حل کرنے کی۔"

"میں اس طرح فون پر کیا بتاؤں آپ کو بات؟" اس نے گھبراتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا تو ارباز نے سکون سے کہا

''اگر آپ اس وقت نہیں بتا پا رہی ہیں تو کوئی بات نہیں، ویسے تھوڑ بہت توماورا نے مجھے بتا دیا ہے، مگر مجھے تفصیل سے نہیں پتہ۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں مجھے بتا دیں۔ میرے آ فس آ جائیں، یا جہاں آپ کہو، میں آ جاتا ہوں۔''

''میں آپ کو فون پر ہی بتا دیتی لیکن ابھی نہیں کچھ دیر بعد، ابھی میں ....'' اس نے کہنا چاہا تو وہ جلدی سے بات کاٹتے ہوئے بولا

''اوکے اوکے، آپ جب چاہیں مجھے فون کر لیں اسی نمبر پر۔''

''جی ٹھیک ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ اس نے سہیل کو واپس آتا ہوا دیکھ لیا تھا۔

وہ واپس گھر آ گئی تو کچھ دیر سکون کر لینے کے بعد اس نے ارباز کو فون کر دیا۔ اس نے فوراً ہی کال رسیو کر لی۔

''سوری ارباز، میں اس وقت اپنے سو کالڈ منگیتر کے ساتھ تھی، جس کے سامنے میں بات نہیں کر سکتی تھی۔''

''اوہ اچھا، میں نے آپ کو ریستوران ہی میں دیکھا تھا، اچھا تو اس بندے کے ساتھ آپ کی شادی ہونے والی ہے؟'' ارباز نے انتہائی دلچسپی سے پوچھا تو وہ بولی

"ہاں، وہی ہے میرا کزن اور میں نہیں چاہتی اس سے میری شادی نہ ہو، بس تھوڑے عرصے کے لئے شادی رک جائے۔"

"وہ کیوں؟" اس نے پوچھا تو فارحہ نے ساری تفصیل بیان کر دی۔ وہ سنتا رہا اور جہاں اسے سمجھ نہیں آتی تھی، وہاں سے سوال کر کے پوچھ لیتا۔ ساری بات سن اور سمجھ لینے کے بعد اس نے کہا

"معاملہ خاصا گھمبیر ہونے کے ساتھ ساتھ مشکل بھی ہے، لیکن میں سوچتا ہوں۔ ایک دو دن میں ہی بتاتا ہوں، کوئی حل نکال کے۔ لیکن اب آپ بالکل فکر نہ کریں، کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔"

فارحہ اپنی پریشانی شیئر کر کے کافی حد تک مطمئن ہو گئی۔ اس نے شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ وقتی طور پر اسے تھوڑا حوصلہ ہوا تھا۔

تیسرا دن بھی گزر گیا لیکن ارباز کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ وہ پریشان ہو گئی۔ اس کی گھبراہٹ اس لئے بھی بڑھ گئی کہ کون دوسروں کے معاملے میں آتا۔ اسی دوپہر ارباز کا فون آ گیا۔ اس نے فارحہ کو اپنے آفس بلایا تھا۔ اگلا دن کا وقت طے ہو گیا تو اسے بڑا سکون محسوس ہوا ، اسے لگا کہ اس کی بہت بڑی پریشانی حل ہو جانے والی ہے۔

اگلے دن فارحہ اس کے آفس جا پہنچی۔ارباز بڑے تپاک سے ملا۔اس نے چند رسمی باتوں کے بعد اس سے کہا

"میں نے آپ کے معاملے میں بہت سوچا،بہت سارے آپشن ذہن میں آئے، مثلاًایک یہ کہ آپ بیمار بن جاؤ، طبیعت خراب کا بہانہ بنالو، مگر کتنے دن؟ یہ بات سامنے آ ہی جائے گی کہ آپ بہانہ بنا رہی ہو۔"

"ہاں، میں نے بھی سوچا تھا،لیکن یہ ممکن نہیں،اس میں دوائیں الگ سے کھانی پڑیں گی۔اگر کوئی اوٹ پٹانگ کھالی تو کہیں ...." اس نے خوفزدہ سے انداز میں کہا تو ارباز اس کی بات قطع کرتے ہوئے بولا

"میں نے اس کا ایک بہترین حل نکالا ہے،اس میں آپ پینسٹھ دن کیا،چار ماہ بھی نکال سکتی ہیں۔"

"ایسا کیا حل ہے؟" اس نے تجسس سے پوچھا

"اس میں آپ کو تھوڑا سا تعاون کرنا پڑے گا،وہ تعاون ہو گا صرف خاموش،نہ آپ انکار کریں گی اور نہ اقرار۔" ارباز نے مسکراتے ہوئے کہا

"ایسا کیا،مجھے بتائیں تو سہی؟" اس نے جلدی سے پوچھا

"ہو گا یہ کہ میں، بذات خود اپنی امی کے ساتھ آپ کے گھر میں اپنا رشتہ لے کر جاؤں گا۔" وہ سکون سے بولا

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ، یہ تو....؟" وہ حیرت سے بولی

"سنیں آپ۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکتے ہوئے کہا پھر بولا، "ظاہر ہے آپ کے گھر والے انکار ہی نہیں کریں گے بلکہ ہماری بے عزتی بھی کر سکتے ہیں۔ میں وہاں جو بھی اول فول بکوں، مثلاً میں یونیورسٹی ہی سے آپ سے محبت کرتا رہا ہوں، میں آپ کے ساتھ شادی کئے بغیر نہیں رہ سکتا، فارحہ میری خاموش محبت ہے، وغیرہ وغیرہ اس پر آپ نے نہ انکار کرنا ہے اور نہ اقرار۔ یہ آپ کے گھر والوں کے لئے ایک نئی افتاد تو ہو گی۔ اسی میں آپ کے جو باقی پینسٹھ دن ہیں وہ نکل جائیں گے۔ میں ہار مان کر پیچھے ہٹ جاؤں گا اور آپ شادی کر لینا۔" اس نے فارحہ کو اپنا پلان سمجھاتے ہوئے کہا۔

فارحہ یہ سب سن کر ایک دفعہ تو لرز گئی۔ یہ کیا ہونے جا رہا ہے۔ وہ احمقوں کی مانند ارباز کو دیکھتے ہوئے بولی

"یہ سب کیسے ہو گا؟ کہیں ہم مزید مشکل میں نہ پھنس جائیں۔"

اس پر ارباز نے مسکراتے ہوئے بڑے تحمل سے سمجھانے والے انداز میں کہا

"کچھ بھی نہیں ہو گا۔بس آپ نے نہ اقرار کرنا ہے اور انکار، آپ پر بات آئے گی ہی نہیں ۔سب کچھ تو میں کروں گا، سو جو بات بھی ہو گی ،میں ہی اس کا سامنا کروں گا، گویا آپ کو میرے بارے میں پتہ ہی نہیں کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔بس آپ کو اتنا پتہ ہے کہ میں یونیورسٹی میں پڑھتا تھا، وہیں دیکھا تھا مجھے اور بس اس کے علاوہ کچھ پتہ نہیں، یہ بھی نہیں معلوم کہ میں کس شعبے میں پڑھتا تھا، کیا نام ہے وغیرہ وغیرہ۔"

"آپ اتنا کچھ کیسے کر لیں گے؟" فارحہ نے دھیمی آواز میں پوچھا

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔میں جانوں اور میرا کام، بس آپ کی اجازت ہو تو میں یہ سب کر گزروں گا۔" اس نے تحمل سے سمجھایا

"اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس سے مسئلہ حل ہو جائے گا تو ٹھیک ہے۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو ارباز نے ایک طویل سانس لے کر سی سے پشت لگا لی۔اسی دوران ایک ملازم چائے کے ساتھ لوازمات رکھنے لگا۔چائے پینے کے ساتھ وہ اسے بہت ساری مزید باتیں سمجھاتا رہا۔

ژ....ژ....ژ

وہ ایک خوشگوار صبح تھی۔فارحہ نے گھر سارے کام سمیٹ لئے تھے۔وہ فریش ہو کر اپنے کمرے میں بیٹھی ایک میگزین پڑھ رہی تھی۔اس کی اماں اور ابا صحن میں بیٹھے باتیں کر رہے

تھے۔اس دن ماموں بھی آیا ہوا تھا۔ ان کے درمیان ایسے ہی باتیں چل رہی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ابا نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو ان کے محلے ہی کی ایک خاتون کے ساتھ دو اجنبی خواتین تھیں۔ان خواتین کے لباس اور زیوارت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کسی امیر خاندان کی خواتین ہیں۔ابا نے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا تو وہ تینوں صحن میں آ گئیں۔

اطمینان سے بیٹھنے کے بعد محلے دار خاتون نے نووارد خواتین کا تعارف کراتے ہوئے کہا

"یہ مسز ظفر کیانی ہیں۔اور یہ ساتھ میں ان کی بھابی ہیں۔یہ ادھر میرے میکے میں ہمارے ہی قریب رہتے تھے۔ان سے بڑا اچھا تعلق ہے۔اب تو انہوں نے ماشااللہ پوش علاقے میں بنگلہ بنا لیا ہے۔یہ سب ادھر رہتے ہیں۔بہت اچھا بزنس ہے ان کا۔یہ آپ سب سے ملنا چاہ رہی تھیں۔"

"بہت خوشی ہوئی جی آپ سے مل کر۔کیا ہم جان سکتے ہیں کہ آپ کس سلسلے میں ہم سے ملنے آئی ہیں۔" اماں نے ان سے مرعوب ہوتے ہوئے اپنا لہجہ حتیٰ الامکان اچھا بناتے ہوئے پوچھا

"دیکھیں جی، بات تو ہم کرنے آئیں ہیں،اور کریں گے بھی، لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں ، جنہیں بہت تحمل سے کرنا پڑتا ہے اور اور انہیں تحمل ہی سے سننا پڑتا ہے۔چونکہ ہماری پہلی

ملاقات ہے سو کہتے ہوئے ذرا عجیب سا لگ رہا ہے۔" مسز ظفر نے ٹھہرے لہجے میں سکون سے کہا

"نہیں آپ بات کریں۔ لیکن خیر، پہلے بتائیں ٹھنڈا یا چائے پیئیں گی آپ۔" بات کرتے کرتے اماں کو یاد آیا تو اس نے پوچھا

"نہیں، اسکی ضرورت قطعاً نہیں ہے۔ ان کے گھر سے ابھی چائے پی ہے، آپ کے ہاں آئے ہیں تو مہمان داری بھی ہوتی ہے گی۔" مسز ظفر نے اسی سکون سے کہا

"بتائیں ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں، کیا بات کرنی ہے آپ نے؟" اماں کی بجائے اس بار ماموں نے پوچھ لیا

"دیکھیں بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں، اس میں کوئی دورائے نہیں ہیں۔ ہمیں آپ کی بیٹی فارحہ میں دلچسپی ہے۔ ہم اسے اپنی بیٹی بنانا چاہتے ہیں۔" مسز ظفر نے کہا تو بالکل پر سکون لہجے میں لیکن لفظ تھے کہ سامنے بیٹھے، اماں، ابا اور ماموں کو حیرت زدہ کر گئے۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" اماں نے حیرت سے ششدر ہوتے ہوئے پوچھا تو مسز ظفر نے کہا

"وہی جو آپ نے سنا۔" یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کو رکیں اور پھر بولیں۔" آپ ہمارے بارے، ہمارے بزنس کے بارے، ہماری پراپرٹی کے بارے، جو چاہیں اور جیسا چاہیں،

معلومات لیں۔ ہمارے ساتھ تعلق جوڑ کر بہت خوشی محسوس کریں گے اور فارحہ بیٹی ہمارے ہاں پھولوں کی مانند رہے گی۔"

"دیکھیں بہن، فارحہ کی نہ صرف منگنی ہو چکی ہے، بلکہ ہم ایک آدھ ہفتے میں اس کی شادی بھی کر رہے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ آپ نے ہمارے گھر کا رخ کیسے کیا لیکن ہم معذرت خواہ ہیں۔" اماں نے بڑے نپے تلے لفظوں میں انکار کر دیا۔ دراصل وہ ان خواتین کے مہنگے لباس اور زیورات سے مرعوب ہو چکی تھی۔

"ہم یوں نہیں نہیں آ گئے یہاں پر۔ ہمارا بیٹا، جس کے لئے رشتوں کی قطار لگی ہوئی ہے، اور ہم جس بڑے گھر میں بھی چاہیں اس کی شادی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کی پسند فارحہ ہے ۔ہمیں اسی لئے تو آنا پڑا کہ کہیں فارحہ کی شادی نہ ہو جائے۔" اس بار مسز ظفر نے کافی حد تک رعب دار انداز میں کہا

"کیا بات کرتی ہیں آپ، آپ کو پتہ ہے آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" اس بار ماموں نے سخت لہجے میں کہا

"میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ میرے بیٹے کی ضد نہ ہوتی تو میں کبھی نہ آتی۔ وہ بہت ضدی ہے۔ کم از کم اس معاملے میں، اس نے ہمیں جھکا لیا، اور میں یہاں آ گئی۔"

"دیکھیں، آپ نے بہت کچھ کہہ لیا۔اب آپ جا سکتی ہیں۔" ماموں نے پھر سختی سے کہا ت ومسز ظفر بھی رعب دار لہجے میں بولیں

"میں جانتی ہوں کہ آپ میرے ساتھ بہت غلط سلوک بھی کر سکتے ہیں۔میں یہ بات ذہن میں رکھ کر آئی ہوں۔ لیکن اتنا یاد رکھیں، مجھے کہا گیا ایک ایک لفظ قیمتی ہو گا۔اس لئے بہت سوچ سمجھ کر کوئی بھی بات کیجئے گا۔ "

"یہ آپ کس طرح بات کر رہی ہیں؟ کیوں فارحہ کو اپنی بیٹی بنانا چاہتی ہیں؟ پہلے یہ"....

"میرا بیٹا جس یونیورسٹی میں پڑھتا تھا، فارحہ بھی ادھر ہی پڑھتی تھی۔ میرے بیٹے کو وہ پسند ہے اور بس۔" مسز ظفر نے کہا تو ماموں نے سوچتے ہوئے پوچھا

"کیا، فارحہ بھی آپ کے بیٹے کو جانتی ہے؟ میرا مطلب ہے ان کے درمیان کوئی تعلق ...."

"اے ہے کیا بات کرتے ہو۔" اماں تڑپ اٹھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں، فاحہ بیٹی کو تو شاید پتہ بھی نہ ہو۔ یہ میرے بیٹے ہی کی خاموش محبت ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا، "کہاں ہے فارحہ بیٹی؟"

فارحہ اپنے کمرے میں بیٹھی یہ سب سن رہی تھی۔ ارباز نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب اسے باہر ان کے پاس جانا تھا۔ وہ اٹھی اور باہر صحن میں آگئی۔ اس نے آتے ہی سب کو سلام کیا اور مسز ظفر سے بولی

"جی میں ہوں فارحہ، میں نے سب سن لیا ہے۔ آپ کے بیٹے کا نام کیا ہے؟"

"ارباز،" یہ کہ کر اس نے پرس میں سے ایک تصویر نکال کر اسے دکھاتے ہوئے پوچھا، "یہ ہے وہ، کیا جانتی ہو اسے؟"

"ارے، یہ تو ہمارے ساتھ والے ڈیپارٹمنٹ میں پڑھتا تھا، میں جانتی تو نہیں، لیکن آمنا سامنا ہو جایا کرتا تھا۔" فارحہ نے تصویر دیکھ کر واپس کرتے ہوئے کہا

"تو بس پھر، میری بات کو ذرا سوچئے اور سمجھئے گا، میں دو چار دن میں دوبارہ آؤں گی۔" یہ کہتے ہوئے مسز ظفر اٹھی۔ اس کے ساتھ دوسری خواتین بھی اٹھ گئیں۔ اپنے پرس میں سے کافی سارے بڑے نوٹ نکالے اور فارحہ کی مٹھی میں دیتے ہوئے بولیں، "یہ رکھو، میری بیٹی، حالات کچھ اور ہوتے تو میں بہت کچھ لاتی۔"

"نہیں، میں یہ کیسے ...." فارحہ نے انکار کیا تو وہ زبردستی اسے تھما کر بولیں

"بس رکھو۔"

یہی وہ لمحہ تھا جس سے وہ ارباز کو سہارا دے سکتی تھی۔اگر وہ رقم پکڑ لیتی تو اس کا مطلب تھا کہ فارحہ کی ہاں ہے اور مسز ظفر کو اپنے گھر میں آنے کا راستہ دے دیتی۔اس نے وہ رقم پکڑ لی۔

مسز ظفر نے اس کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے باہر والے دروازے کی جانب چل دیں۔

فارحہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ صحن میں خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ چند منٹ بعد ماموں کوئی بات کئے بنا اٹھ کر چلے گئے۔ابا نے بھی کوئی بات نہیں۔یوں جیسے گھر پر سناٹا چھا گیا ہو۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ارباز کا فون آ گیا۔اس نے کسی بھی ممکنہ رد عمل کے بارے میں پوچھا اور چند منٹ باتیں کر کے فون بند کر دیا۔ فارحہ مطمئن ہوگئی تھی کہ اس کی عدّت کے دن اب سکون سے گزر جائیں گے۔

اسی شام سہیل ان کے گھر آ گیا۔اس وقت فارحہ صحن ہی میں بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے پاس اماں تھیں جبکہ ابا باہر کہیں گئے ہوئے تھے۔اماں اس سے کرید کرید کر پوچھتی رہیں کہ اگر کوئی بات ہے تو بتا دو۔ لیکن فارحہ وہی کہتی رہی جو اس نے ارباز کے ساتھ طے کیا تھا۔وہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی دیکھی جا سکتی تھی۔وہ کافی دیر خاموش بیٹھا رہا، پھر اس نے فارحہ سے دبے دبے غصے میں پوچھا

"وہ جو عورتیں آج آئی تھیں، انہیں جانتی ہو، کہاں رہتی ہیں وہ، کون ہیں وہ، کس خاندان سے تعلق ہے ان کا؟"

" میں نہیں جانتی ہوں۔ یہ انہوں نے ہی بتایا کہ...." فارحہ نے کہنا چاہا مگر وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا

"ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ تمہاری مرضی کے بغیر یہاں پر قدم بھی رکھ لیں، کیونکہ اسکا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اتنی رقم دی اور تم نے فوراً پکڑ بھی لی، جب تم جانتی ہی نہیں ہو، پہلی ملاقات ہے، تو پھر یہ کیا ہے؟" سہیل نے انتہائی غصے میں کہا تو وہ سکون سے بولی

"انہوں نے دیئے میں نے لے لئے۔"

"تم اتنی بچی نہیں ہو کہ اس بات کو نہ سمجھ سکو۔ سیدھے سیدھے بتاؤ، کیا چکر ہے تمہارا ان کے ساتھ۔" وہ غصے میں بولا تو فارحہ نے بھڑک کر کہا

"بات سنو سہیل۔! اب ایک لفظ بھی منہ سے نکلا تو بہت برا ہو گا۔ تمہیں ہوش ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ شرم ہے تمہیں۔" پہلی بار یوں سخت لفظ سن کر سہیل کے ساتھ اماں نے بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو، تمیز سے بات کرو۔" اماں نے ڈانٹا

"اماں، کوئی میری ذات اور کردار پر انگلی اٹھائے، یہ مجھے برداشت نہیں ہے۔ سہیل کو کوئی حق نہیں ہے کہ میرے کردار بارے ایسے سوال کرے۔" اس نے تیز لہجے میں کہا تو اماں ڈھیلی پڑتے ہوئے کہا

"تو پھر وہ کیسے آ گئیں؟" سہیل نے سنبھل کر پوچھا

"جو انہوں نے کہا، سب نے سنا، مجھے بھی وہی معلوم ہے۔اب جاؤ جا کر پتہ کر لو، وہ کون ہیں؟" فارحہ نے تحمل سے جواب دیا

"میں سب پتہ کر لوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے اماں سے کہا، "وہ جو اپنے محلے سے خاتون ان کے ساتھ آئی تھی، ذرا ان سے پتہ کرو کہ وہ کون ہیں۔"

" میں کر آئی ہوں اس سے سارا پتہ، اس نے لڑکے ہی کا فون نمبر دے دیا ہے۔" اماں نے کہا

"کہاں ہے دو مجھے۔" سہیل نے فوراً کہا تو اماں نے پہلو سے بندھا کاغذ کا ایک ٹکڑا اسے تھما دیا۔اس نے وہ نمبر پڑھا، اپنے سیل فون میں محفوظ کیا اور وہ کاغذ کا ٹکڑا واپس تھما دیا۔وہ چند منٹ بیٹھا سوچتا رہا پھر اٹھ کر چلا گیا۔

دو دن تک مکمل خاموش رہی تھی۔ کسی سے فارحہ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اماں نے بھی اسکی شادی بارے کوئی بات نہیں کی تھی۔وہ جو شادی کی بات

پر اس کا دماغ بھاری ہو جایا کرتا تھا، وہ بات ہی اس کے سامنے نہیں ہوئی تو وہ پر سکون تھی۔ فارحہ نے حساب لگایا کہ اس کے ساٹھ دن باقی ہیں۔ مطلب دو ماہ اسے انتظار کرنا ہو گا۔ دو دن بڑھ کر ایک ہفتے پر محیط ہو گئے۔اس کی شادی بارے بات کرنے پہ گویا سناٹا چھا گیا۔

ایک دن دو پہر سے ذرا پہلے وہ اپنی اماں اور ابا کے ساتھ صحن ہی میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ان کے محلے کی وہی خاتون ان کے گھر آئی۔اس کے ساتھ ایک دوسری ادھیڑ عمر عورت تھی۔ محلے والی خاتون نے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ مسز ظفر کی ملازمہ ہے۔

”کیسے آنا ہوا؟“ اماں نے انہیں بیٹھنے کی بجائے بے رخی سے پوچھا

” یہ مسز ظفر نے تھوڑا پھل بھیجا ہے۔“ ماز مہ نے کہا

” پھل، کہاں ہے پھل ؟“ اماں نے اس کے خالی ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ کہا

” وہ باہر مزدور کھڑا ہے لے کر۔ اگر کہیں تو آواز دے لوں۔“ ملازمہ نے انتہائی تحمل سے کہا

”مزدور، بلاؤ۔“ اماں نے اپنا آنچل درست کرتے ہوئے کہا تو ملازمہ نے آواز دے ڈالی ۔ تبھی ایک مزدور اندر آیا، اس نے باری باری چند پیٹیاں پھلوں کی ان کے صحن میں رکھ دیں ۔اماں نے حیرت سے پوچھا

” یہ اتنا کچھ ؟

اس پر ملازمہ نے کوئی تبصرہ کئے بنا کہا

"مسز ظفر نے پوچھا ہے کہ وہ آپ کے ہاں کب آئیں؟"

"مطلب، وہ...." اماں نے تذبذب سے کہا تو اس کے ابا بولے

"کوئی ضرورت نہیں آنے کی، یہ اپنا پھل اٹھاؤ اور واپس لے جاؤ۔"

"یہ تو اب میں لے جا نہیں سکتی۔ خیر آپ کا پیغام دے دوں گی۔" یہ کہتے ہی وہ پلٹی اور دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ اماں یوں دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے سکتے میں آ گئی ہو۔ پھر پھلوں کی ان پیٹیوں کی جانب دیکھا اور حیرت زدہ سی چار پائی پر بیٹھ گئی۔ فارحہ جانتی تھی کہ یہ ہی وہ لمحات ہیں جب اسکی ماں کی سوچ بدلنے والی ہے۔

دوسرے دن کی صبح سہیل اپنے باپ کے ساتھ آ گیا۔ انہوں نے نئے آنے والے رشتے کے بارے میں کوئی بات نہیں کی بلکہ جو نئی پراپرٹی بنائی جا رہی تھی، اسی کی بات کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد سہیل نے اماں سے کہا

"فارحہ سے کہیں تیار ہو جائے، آرکیٹکچر کے پاس جانا ہے۔ اس نے حتمی نقشہ بنانے سے پہلے ایک بار وزٹ کرنے کو کہا ہے۔"

"اچھا کہہ دیتی ہوں۔" اماں نے کہا اور اٹھ گئی۔ وہ اپنے کمرے میں سن رہی تھی۔ اماں نے اسے سہیل کے ساتھ جانے کا کہا۔ فارحہ نے سکون سے مان لیا۔ اب جبکہ سکون سے دن گذر رہے تھے، وہ ان دنوں کو کسی طرح بھی ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

سہیل اسے لے کر سیدھا ایک پارک میں چلا گیا۔ فارحہ سمجھ گئی کہ وہ کوئی بات کرنا چاہتا ہے ۔ وہ اسے لیکر ایک پر سکون سے گوشے میں پرے بینچ پر جا بیٹھا۔ فارحہ انتظار کرنے لگی کہ وہ کچھ کہے۔ سو کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد انکشاف کر دینے والے انداز میں وہ بولا

"فارحہ، یہ جو تمہارا رشتہ آیا ہے، وہ سب جھوٹ اور فراڈ ہے۔ وہ لڑکا، تم سے کوئی محبت وغیرہ نہیں کرتا۔ اس سے بچ جاؤ تو اچھا ہے۔"

"پہلی بات تو یہ ہے سہیل، میں اسے صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ میرا یونیورسٹی فیلو ہے، ساتھ کے ڈیپارٹمنٹ میں ہوتا تھا اور بس، اس کے علاوہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔ دوسری بات میں یہ بھی نہیں جانتی اور نہ ہی یہ کنفرم کرتی ہوں کہ اسے مجھ سے کوئی محبت ہے یا نہیں ہے، تیسری بات، میرا اس سے بچنا یا نہ بچنا اس وقت تک کوئی معنی نہیں رکھتا، جب تک میرے والدین نہیں چاہتے، میں نے شادی وہیں کرنی ہے، جہاں میرے والدین چاہیں گے۔ سو۔! وہ فراڈ ہے، جھوٹ ہے کیا ہے، مجھے اس سے کوئی دلچسپی

نہیں ہے۔'' فارحہ نے بڑے اطمینان سے اس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے جواب دیا جہاں اس کی پریشانی ہویدا تھی۔

''دیکھو، معاملہ وہ نہیں ہے جو سامنے دکھائی دے رہا ہے، اس سارے عمل کے پیچھے کچھ دوسری باتیں ہیں۔اس لئے ان سے بچنا ہی ہوگا۔'' اس نے سمجھاتے ہوئے کہا تو پریشانی میں بولی

''میں نہیں جانتی کہ دوسری باتیں کیا ہیں، اور مجھے ان سے کیسے بچنا ہے؟ جبکہ میرا ان سے کوئی لینا دینا نہیں۔''

''یہی میں کہنا چاہ رہا ہوں، اگر وہ دوبارہ آئیں تو تم انہیں صاف انکار کردو، انہیں بتاؤ کہ تمہاری شادی ہو رہی ہے اور....'' اس نے کہنا چاہا تو فارحہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

''میں ہی کیوں جواب دوں۔ میرے بڑے بیٹھے ہیں۔یہ فیصلہ یا اس فیصلے پر انہوں نے عمل کرنا ہے۔دیکھیں اب میرے والدین نے مجھے یہ کہا کہ میری شادی آپ سے ہو جائے تو میں نے اس پر ایک لفظ بھی نہیں کہا اور میں نے خاموشی سے....'' وہ کہہ رہی تھی کہ سہیل نے جھنجھلاتے ہوئے اس کی بات کاٹ کر بے بسی والے کہا

''تم سمجھ نہیں رہی ہو، اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔میں تمہیں یہاں اس لئے لایا ہوں کہ تمہیں سمجھا سکوں۔''

”آپ کھل کر بات کریں، کیا کہنا چاہتے ہیں؟“اس نے پوچھا

”اچھا، میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔“ یہ کہہ کر اس نے پہلو بدلا اور پھر کہتا چلا گیا، ” یہ ان دنوں کی بات ہے۔ جب ہم کالج میں پڑھتے تھے۔ وہ ارباز نامی لڑکا بھی وہیں پڑھتا تھا۔ وہ جیسے عام طور پر کالج میں سٹوڈنٹس کی آپس میں مخالفت ہو جاتی ہے۔ میں جس گروپ میں تھا، یہ ارباز دوسرے گروپ میں تھا۔ ایک دو بار ہماری لڑائی بھی ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ اس کے گروپ کا ایک لڑکا ہمارے ہاتھوں شدید زخمی ہو گیا۔ میں انہی دنوں یہاں سے بھاگ گیا تھا۔ ہم پر ارادہ قتل کا مقدمہ ہو گیا تھا۔ اب میں واپس آیا ہوں تو پتہ نہیں ان لوگوں کو کیسے پتہ چل گیا۔ اب یہ میری مخالفت ہی میں سارا کچھ کیا جا رہا ہے۔ وہ مجھے ہر حال میں پریشان کرنا چاہتے ہیں۔“

”کیا آپ ارباز سے ملے ہیں؟“ فارحہ نے اس انکشاف پر پریشان ہوتے ہوئے پوچھا

”ہاں، اسے ملا ہوں تو مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ کون ہے۔“اس نے بتایا

”میں بھی سمجھی یہ اتنے عرصے بعد اس کی محبت کیوں جاگ گئی۔“ فارحہ نے اس سے جھوٹی ہمدردی جتاتے ہوئے کہا

"وہی نا، میں یہی بات تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں۔اب انکار تمہیں ہی کرنا ہو گا، ورنہ پھوپھو کا تو کوئی پتہ نہیں ہے، وہ بہت بڑا خاندان دیکھ کر کہیں اپنا موڈ ہی نہ بدل لے۔" وہ تیزی سے بولا

"میرا خیال ہے ایسا نہیں ہو گا۔اماں ایسی لالچی نہیں ہیں۔ ویسے بھی آپ نے ہم پر بہت انوسٹمنٹ کر دی ہے۔" فارحہ نے جان بوجھ کر یہ موضوع چھیڑ لیا تھا۔

"نہیں فارحہ، یہ انوسٹمنٹ نہیں ہے۔تم لوگ میرے اپنے ہو۔میری جتنی دولت تھی، وہ سب میں نے تم لوگوں کو دے دی کہ کہیں تم لوگ ہمیں بیگانہ نہ سمجھو۔اور پھر پاپا نے اتنا عرصہ اپنی بہن کو بھلا کر جو زیادتی کی اس کا بھی ازالہ اب میں ہی کر رہا ہوں۔یہ جو نئی افتاد پڑ گئی ہے، اس کا سامنا اب ہم دونوں ہی نے کرنا ہے۔" اس نے ملائمیت بھرے لہجے میں کہا

"میں آپ کے ساتھ ہوں لیکن ایسا کیسے ہو گا، ہم کس طرح اس افتاد سے نکل پائیں گے ؟" فارحہ نے پوچھا

"اس نے میرے گھر پر وار کیا ہے اس لئے، میں اب تک خاموش ہوں۔تم انکار کر دو تو وہ پھر نہیں آئیں گے۔تب میں ان سے نمٹ لوں گا۔" اس نے کہا تو فارحہ کو یہی لمحہ لگا اپنی بات منوانے کا۔وہ تو ایک ایک کر کے اپنی عدّت کے دن گن رہی تھی۔اس لئے جلدی سے بولی

"ٹھیک ہے، آپ ان سے نمٹ لیں۔سب کچھ ٹھیک کر لیں، اس کے بعد ہی ہم شادی کریں گے۔میں نہیں چاہتی میری گھریلو زندگی میں کوئی ایسا مسئلہ ہو۔"

"ٹھیک ہے، ایسا ہی کرتے ہیں۔تم انہیں انکار کر دو۔" اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

سہیل یہ سب طے پا جانے پر بہت خوش تھا۔وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر ریستوران کی جانب چل دیئے تاکہ لنچ لے سکیں۔

فارحہ نے سہیل کی ساری باتیں سن لیں تھیں اور ان سے وقتی طور پر فائدہ بھی لے لیا تھا لیکن ،وہ حد درجہ پریشان ہو گئی تھی۔اس کے ذہن میں کئی سارے سوال پیدا ہو گئے، جن کے جواب صرف ارباز ہی دے سکتا تھا۔اگلے ہی دن وہ ارباز کو کال کر کے اس کے آفس جا پہنچی ۔ساری بات سن کر اس نے ہنستے ہوئے کہا

"مجھے پتہ تھا کہ بہت جلد آپ یہ سارے سوال لے کر مجھے ضرور ملنے آؤ گی۔" یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کے لئے رُکا، پھر کہتا چلا گیا، "سہیل نے جو کہا، وہ بالکل سچ ہے۔ایسا ہی ہوا تھا۔لیکن اسے یہ نہیں معلوم بعد میں کیا ہوا تھا۔خیر، ماورا بہت دنوں سے مجھے کہہ رہی تھی کہ آپ کے مس 3/4 لے کا حل سوچوں۔مجھے کچھ سوجھ ہی نہیں تھا۔اس لئے آپ سے رابطہ نہیں کیا ۔میں نے جس دن آپ کو کال کی، اس دن میں نے اسے آپ کے ساتھ دیکھا تھا۔سمجھ لیں

یہ ربّ تعالیٰ کی طرف سے مسئلہ حل ہوا ہے، مجھے وسیلہ بنا یا گیا، میں اسے پہچان گیا۔مزید تصدیق میں نے کرلی۔''

''اب کیا ہوگا؟''اس نے پوچھا

''کچھ بھی نہیں۔جب تک آپ چاہو میں اسے الجھا کر رکھوں گا۔'' اس نے اطمینان سے کہا

''ہمارے درمیان طے پا گیا ہے۔دوماہ بعد ہماری شادی ہو جائے گی۔''فارحہ نے کہا

''ٹھیک ہے۔آپ کا مسئلہ حل ہو گیا، لیکن ....'' ارباز کہتے کہتے رک گیا تو فارحہ نے تجسس سے پوچھا

''لیکن کیا؟''

''بس محتاط رہنا،اور رابطے میں رہنا۔''

'جی بالکل کیوں نہیں۔'' اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا

فارحہ کے من میں اطمینان پھیل گیا۔اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ اب اس کی عدّت کسی ذہنی اذیت کے بنا پورے ہو جائیں گے۔ماورا گاہے بگاہے اس کے ساتھ رابطے میں رہنے لگی۔ دوسرے تیسرے دن ارباز کا فون آجاتا۔ وہ ان کا خلوص سمجھ کر خوش ہوتی۔اس دنیا میں

اتنے مخلص دوست کیسے ملتے ہیں۔اس دوران اس نے ماوراسے بھی رابطہ رکھا۔اس نے پھر بھی یہی کہتی کہ اگر کوئی پرابلم ہو کسی قسم کا مسئلہ ہو تو ارباز سے ضرور شیئر کرنا۔

ژ....ژ....ژ

فارحہ کی عدّت ختم ہوئے دو دن ہو گئے تھے۔وہ خوش تھی۔ایک مسلسل ذہنی اذیت ختم ہو گئی تھی۔اسے اپنے ہی گھر میں سکون محسوس ہونے لگا تھا۔ایک صبح اس کے ماموں اور سہیل آ گئے۔اس دن چھٹی تھی۔فارحہ کا بھائی بھی گھر پر تھا۔ناشتہ کر لینے کے بعد جب وہ باتیں کرنے کے لئے صحن میں بیٹھے تو ماموں نے فارحہ اور سہیل کی شادی کی بات کرتے ہوئے کہا

"جتنا ہم جلدی یہ کر دینا چاہتے تھے،اتنی ہی دیر ہو گئی۔خیر،جو ہوا سو ہوا،اب فوراً سے پہلے تاریخ رکھ لیں۔"

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔" اماں نے کہا

"چلیں پھر کل ہی نکاح ہی رکھ لیتے ہیں۔چند قریبی دوستوں کو بلواتے ہیں اور یہ فرض بھی ادا ہو جاتا ہے۔" ماموں نے صلاح دی۔اماں ابا یا بھائی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔انہوں نے کسی جہیز وغیرہ کی تیاری بھی نہیں کرنا تھی۔اس لئے طے پا گیا۔اس دوپہر کو فارحہ نے فون کر کے ارباز کو بتایا۔اس نے مبارک باد دی اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔سو اگلے دن کی

شام فارحہ اور سہیل کی نکاح ہو گیا۔ایک نزدیکی ریستوران میں انہوں نے مہمانوں کے لئے کھانا رکھا تھا، فارحہ وہیں سے رخصت ہو کر سہیل کے گھر چلی گئی۔

شادی کے دو ہفتے بہت سکون سے گزرے تھے۔وہ تیسرے ہفتے کے اختتامی دن تھے۔اس شام سہیل نے فارحہ کو خوب شاپنگ کروائی۔ایک اچھے ریستوران سے کھانا کھلایا اور گھر واپس آکر اس نے خوشگوار موڈ میں کہا

"بیوی، جلدی سے ایک کپ گرما گرم چائے پلادو۔"

"ٹھیک ہے میں چینج کر کے ابھی بنالاتی ہوں۔" فارحہ نے کہا اور بیڈ روم کی جانب بڑھ گئی۔اس وقت وہ کچن میں چائے بنا رہی تھی، جب ارباز کا فون آگیا۔اس نے پہلے اتنی رات کو فون نظر انداز کر دینا چاہا، پھر کسی ایمرجنسی کا سوچ کر اس نے کال پک کر لی۔کیونکہ وہ اور ماورا اس کے ساتھ مسلسل رابطے میں تھے، جیسے دوست ہوتے ہیں۔ارباز نے کسی تمہید کے بغیر پوچھا

"فارحہ، سہیل نے کسی قانونی قسم کے کاغذات پر آپ کے دستخط لئے ہیں؟ یا ایسی کوئی بات کی ہے؟"

"ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا، کیوں خیر ہے؟" اس نے بتا کر پوچھا

"خیر ہی ہے، اس کی تفصیل میں آپکو بعد میں بتاؤں گا۔فی الحال، مجھ سے مشورہ کئے بنا کسی بھی کاغذ پر دستخط مت کرنا۔"

"ٹھیک ہے، پر مسئلہ کیا ہے ؟"اس نے پھر تجسس سے پوچھا

"سب کچھ سامنے آجائے گا جب آپ انکار کروگی یا پھر مجھ سے تفصیل سن لوگی۔" ارباز نے محتاط انداز میں کہااور پھر کال ختم کر دی۔

وہ چائے بنا کر لاؤنج میں گئی تو سہیل وہاں پر ایک فائل لئے اسے پڑھ رہا تھا۔اس نے چائے رکھی اوراس کے قریب بیٹھ گئی۔اس نے چائے کا کپ اٹھایااور سپ لے کر بولا

"بیوی، یہ اس فائل میں جہاں جہاں پنسل سے نشان لگے ہیں نا، وہاں وہاں دستخط کر دو ۔وہی جو تمہارے شناختی کارڈ پر ہیں۔"

سہیل نے یہ لفظ بڑی لاپرواہی سے یوں کہے تھے جیسے یہ کوئی عام سی بات ہو۔اگرار باز نے نہ بتایا ہوتا تو شاید وہ اسی وقت دستخط کر دیتی۔فارحہ اندر سے بے چین ہو گئی۔اس نے خود پر قابو رکھتے ہوئے لاپرواہی سے کہا

"رکھ دیں۔میں کر دوں گی دستخط۔"

"ارے نہیں بیوی، یہ صبح میں نے لے کر جانے ہیں۔یہ بہت ضروری ہیں۔لو یہ پین اور کر دو۔" اس نے پین بڑھاتے ہوئے کہا

”اچھا کرتی ہوں۔ یہ چائے پی لوں۔ ویسے یہ کاغذ ہیں کس بارے۔“ اس نے فائل پکڑ کر پوچھا تو سہیل نے کہا

”وہ جو گھر تمہارے نام بنایا ہے نا اس کے بارے میں ہیں۔ اس پر لون لینا ہے تاکہ بزنس شروع کیا جا سکے۔“

یہ سنتے ہی دھچکا لگا۔ اس نے بے دلی سے چائے پی اور اٹھ کر جانے لگی تو سہیل نے کہا

”بیوی میں نے تمہیں کچھ کہا ہے؟“

”میں فائل پڑھ کر ہی کوئی فیصلہ کروں بلکہ میرا خیال ہے آپ لون لینے کی بجائے اسے فروخت کر دیں۔ مجھے نہیں چاہئے۔“ اس نے کہا اور بیڈ روم میں چلی گئی۔ فارحہ کو شک ہو گیا تھا۔

اگلے دن جب سہیل چلا گیا تو اس نے ارباز کو فون کر دیا۔ اس نے ساری تفصیل بتا دی۔ تب اس نے کہا

”فارحہ۔! میں یہ سمجھا تھا کہ شاید وہ اچھا ہو گیا ہے لیکن اس نے یہاں بھی فراڈ شروع کر دیا ہے۔ یہ غیر قانونی رقم لے کر پاکستان آیا ہے۔ اس نے اپنے نام پر رکھنے کی بجائے، تم سب گھر والوں کے نام پر وہ رقم محفوظ کی۔ اب اسے لون کی صورت میں واپس لے رہا ہے۔“

”اوہ تو اسے اس لئے جلدی تھی میرے ساتھ شادی کرنے کی؟“

"اس سے بھی آگے کی بات سن لو، تمہاری اماں کے حصے میں جو گھر تھا، وہ اس وقت اتنی مالیت کا ہے کہ جو تمہیں گھر بنا کے دے رہا ہے، ویسے چار گھر آجائیں۔ میں ابھی اس کے بارے میں مزید تحقیق کر رہا ہوں۔"

"آپ کیوں تحقیق کر رہے ہیں میرا مطلب، یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" فارحہ نے انتہائی پریشانی میں پوچھا

"صرف اپنی کالی دولت چھپانے کی خاطر وہ ایسا کر رہا۔ مجھے صرف آپ کی وجہ سے دلچسپی تھی۔ ورنہ جن کے بیٹے کو اس نے چھرا گھونپا تھا، وہ اسے معاف کرنے والے نہیں، میری ماما کے ساتھ جو خاتون آپ کے گھر آئی تھی، وہ اسی لڑکے کی ماں تھی۔ میں نے انہیں روک دیا تھا، لیکن اب اس کا فراڈ سامنے آنے والا ہے۔ محتاط رہنا۔" ارباز نے جب بتایا تو فارحہ کو زمین گھومتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اسے ساتھی بھی ملا تو کیسا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

اسی شام سہیل نے آکر پوچھا

"وہ فائل پر سائن کر دیئے ہیں تو نے؟"

"نہیں میں نہیں کروں گی۔" فارحہ نے صاف کہہ دیا

" اس کا مطلب ہے کہ تمہارا رابطہ میرے دشمنوں سے ہے، وہی تمہیں میرے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔"

"تم فراڈ کر رہے ہو اور اگر"....

"ہاں، میں فراڈ کر رہا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ صوفے پر بیٹھ گیا اور بڑے اطمینان سے بولا

"تم نے کون سا فراڈ نہیں کیا۔ایک شادی شدہ عورت کو میں نے اس لئے اپنایا کہ میرا ساتھ دے گی۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو تم؟" اس نے حیرت سے پوچھا

"مجھے سب پتہ چل گیا ہے۔تم جو شادی کے نام سے بھاگتی تھی،تب مجھے شک ہوا۔ میں نے سب پتہ کیا اور تمہارا نکاح نامہ تک نکال لیا۔اب میرے ساتھ نکاح نامے پر تم لوگوں نے "کنواری" لکھا۔ مطلب میرے ساتھ فراڈ کیا۔" یہ کہہ کر اس نے فارحہ کی طرف دیکھا، پھر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا،"میں پاگل نہیں اپنی دولت تم لوگوں پر لٹاتا پھروں۔ میں نے دولت دے کر پتہ نہیں کیا کچھ تم لوگوں سے لکھوالیا ہے۔اگر مجھے کچھ ہوا تو تیرا بھائی پکڑا جائے گا، سارا دو نمبر کام اسی کے نام سے ہے۔اور تیرا باپ، وہ سیدھا جیل میں۔اس لئے چپ چاپ وہی کرو، جو میں کہہ رہا ہوں۔" سہیل نے خباثت سے کہا تو فارحہ ہونقوں کی طرح اسے بس دیکھتی ہی رہ گئی۔اس کے ذہن میں بھی نہیں تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔کافی دیر بعد جب اسے ہوش آیا تو وہ انتہائی دکھ سے روتے ہوئے بولی

"میں تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، تم نے دھوکا دیا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ کہاں رہنا چاہتا ہوں، بلکہ میں رہ ہی نہیں سکتا۔بس اپنی دولت کو سمیٹ کر یہاں سے نکل جانا ہے۔اور ہاں میں تجھے کبھی طلاق نہیں دوں گا۔اگر تم نے خلع کا کیس کیا تو ایسا کچھ سامنے لاؤں گا، تم لوگ نہیں بچو گے۔یہ یاد رکھنا۔"

وہ کہتا چلا جا رہا تھا اور فارحہ کو زمین گھومتی ہوئی لگی۔وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔اس کے ساتھ قسمت نے یہ کیا مذاق کیا تھا۔وہ ہچکیوں میں رو رہی تھی۔کچھ دیر بعد اس نے سہیل کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا

"تم جو چاہتے ہو لے لو، مگر میرے گھر والوں کو بخش دو۔ہمیں کچھ نہیں چاہئے۔بس تم ہماری زندگی سے نکل جاؤ۔"

"تو پھر جو کہتا ہوں وہ کرو۔میں اس وقت تک یہاں ہوں جب تک یہاں سے اپنی دولت سمیٹ نہیں لیتا۔اب جاؤ شاباش اور فائل لے آؤ۔میرے سامنے دستخط کرو، چلو۔" اس نے سرد سے لہجے میں کہا۔ہچکیوں میں روتی ہوئی فارحہ اٹھ کر بیڈ روم میں چلی گئی، جہاں اس نے فائل رکھی تھی۔وہ فائل اس نے اٹھائی اور کاؤنج میں لا کر وہاں وہاں دستخط کرنے لگی جہاں سہیل اسے کہتا رہا۔جب وہ سب کر چکی تو اس نے اپنے بیگ سے ایک اور فائل نکال لی۔اس پر بھی اس نے دستخط لئے اور بڑی حقارت سے بولا،" جاؤ اب دفع ہو جاؤ۔مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔جس کو چاہو بتاؤ،اب تمہاری اپنی تباہی خود تماہرے ہاتھ میں ہے۔ "

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور بیڈ روم میں چلا گیا۔ فارحہ وہیں لاؤنج میں بیٹھی روتی رہی۔ اسے خود پر بڑا ترس آ رہا تھا۔

اگلے دن کی شام تک فارحہ روتی رہی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ زندگی اسے اس نہج پر بھی لے آئے گی یہ اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ جو کچھ سہیل نے کہا تھا، ایسا ممکن تھا۔ اس کا بھائی پوری طرح اس کے جال میں آ چکا تھا۔ شام سے پہلے اس نے سوچا، یوں پڑے رہنے سے تو کچھ بھی نہیں ہو گا، کم از کم اپنے والدین کو تو بتائے کہ ان سب پر کون سا طوفان گزر گیا ہے۔ وہ اٹھ کر جانے کو تیار ہو گئی۔ اس کی سوچوں میں بڑا خوفناک منظر تھا۔ اسے اپنا سب اجڑتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

وہ لاؤنج سے نکل کر باہر جانے کے لئے دروازے کی جانب بڑھی تو باہر پورچ میں سہیل کی کار آن رکی۔ وہ خوف زدہ ہوہ گئی۔ کاش وہ چند لمحے پہلے نکل گئی ہوتی۔ وہ لمحہ بھر میں فیصلہ کر چکی تھی وہ پچھلے دروازے سے باہر نکل جائے گی۔ وہ سامنے دیکھتے ہوئے مڑنے ہی والی تھی کہ کار میں سے ارباز کو نکلتا ہوا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ سہیل کی کار میں وہ کیسے ؟ وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ سہیل باہر نکلا، اس کے ساتھ ہی دو آدمی اور بھی تھے جنہیں وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ رُک گئی۔ کچھ ہی لمحوں بعد وہ سبھی اندر آ گئے۔ اسے یوں بیگ پکڑے تیار دیکھ کر وہ سمجھ گئے ۔ تبھی ارباز نے کہا

"فارحہ ابھی آپ بیٹھو، ابھی کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔"

فارحہ انہیں ہونقوں کی طرح دیکھتے ہوئے پلٹ گئی۔ وہ سبھی لاؤنج میں آبیٹھے۔ ان کی باتیں وہ صاف سن سکتی تھی۔ سہیل نے کوئی بات کی تو ار باز نے انتہائی غصے میں کہا

"تمہارے پاس صرف ایک چانس ہے اور وہ چانس تمہیں اس لئے دیا جارہا ہے کہ تم فارحہ کے شوہر ہو۔ ورنہ اب تک تمہارے ساتھ کیا ہوتا۔ تم اس کا گمان بھی نہیں کر سکتے ہو۔"

"کیا چاہتے ہو تم لوگ؟" سہیل نے پوچھا

"تمہیں ہمارے سامنے فارحہ کو طلاق دینا ہو گی، ہم گواہ ہوں گے اس کے۔ لیکن اس سے پہلے وہ تمام کاغذات جو تم نے اس غریب خاندان کو پھنسانے کے لئے تیار کئے ہیں۔ وہ ہمارے حوالے کرنا ہوں گے۔ میرا وعدہ ہے میں تمہیں یہاں سے نکال دوں گا۔" ار باز نے دو ٹوک انداز میں کہا تو سہیل نے مجروع لہجے میں کہا

"اس کی کیا گارنٹی ہے کہ مجھے یہاں سے جانے دیا جائے گا؟"

"میں خود تمہیں اس شہر سے باہر بھجواؤں گا۔ اس کے بعد تمہاری قسمت۔ رہی تمہارے باپ کی بات میں اسے نہیں جانتا۔ جو اپنی بہن سے فراڈ کر سکتا ہے، وہ کسی کا بھی سگا نہیں ہو سکتا۔" اس بار ار باز نے نفرت سے کہا تھا۔

"دو کاغذات، وقت نہیں ہمارے پاس۔" ایک اجنبی آواز میں کہا گیا تو سہیل وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ سیدھا بیڈ روم میں گیا۔ان نے الماری کھولی، اس میں لگے لاک کے نمبر ملائے اگلے ہی لمحے جب اس نے ہاتھ نکالا تو اس میں پسٹل تھا۔اس نے وہ پسٹل ان تینوں پر تانتے ہوئے کہا

"مجھے نکل جانے دو، ورنہ گولی مار دوں گا۔ تمہارا کیا خیال ہے میں بیوی کو طلاق دے دوں اور تم اس سے شادی کر لو، ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ ہٹو میرے راستے سے۔" اس نے الماری میں سے سیاہ بیگ نکالا اور باہر نکلنے لگا۔ وہ تینوں ایک طرف ہٹ گئے۔ فارحہ نے اس سیاہ بیگ کو دیکھا، جس میں اس کی ہی نہیں اس کے گھر والوں کی بھی قسمت بند تھی۔ وہ چند لمحوں بعد لے کر فرار ہو جانے والا تھا۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب آیا، اس نے فارحہ کو ڈھال بنا لیا۔ گھبرائی ہوئی فارحہ نے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ وہ اسے لے کر لاؤنج میں آگیا۔ ارباز اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ فارحہ کو پکڑے باہر جا رہا تھا۔ شاید وہ دروازہ پار کر جاتا لیکن فارحہ نے اس کے پسٹل والے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا۔ اس کے ہاتھ سے پسٹل گر گیا۔ وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں سمجھ گیا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔ وہ انتہائی تیزی سے داخلی دروازے کی جانب بھاگا مگر وہ تینوں اس تک جا پہنچے اور انہوں نے اسے قابو کر لیا۔ وہ ہانپتا ہوا ان کے قابو آگیا۔

"بس اب تمہارا کھیل ختم ہو گیا۔" ارباز نے اسے کہا تو وہ زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ فارحہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔

"مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے...." سہیل نے کہنا چاہا تو ارباز بولا

"ہماری بات مان لیتے تو شاید ہم بھی تمہاری مان لیتے۔ اب نہیں، اب تم پولیس کے حوالے ہو۔ تم اب فارحہ کو طلاق نہ دو، وہ خلع لے لے گی۔" یہ کہہ کر اس نے کچھ فاصلے پر پڑا وہ سیاہ بیگ اٹھایا، پھر فارحہ کے پاس آکر بولا" یہ بیگ پکڑو اور واپس الماری تک جاؤ۔ اس سے پہلے کہ لوگ یہاں آئیں، جتنے بھی کاغذات تمہارے لوگوں کے متعلق ہیں جلا دو۔"

اس نے ویسا ہی کیا۔ کچن میں ایک ایک کاغذ جلاتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔ یہ اس کا مستقبل جل رہا ہے یا ماضی خاک ہو رہا ہے۔

☆....☆....☆

ان دنوں سہیل سے خلع لے کر فارحہ اپنی عدّت پوری کر چکی تھی۔ اس نے اب شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ دوران عدت اس نے پلان کیا کہ وہ خود اپنے بھائی کو ساتھ ملا کر کام کرے گی۔ اس دوران وہ ماورا اور ارباز سے مشورہ کرتی رہی۔ یہاں تک اس نے اپنا بزنس شروع کر لیا۔ اور پوری محنت کے ساتھ اس نے وہ بزنس چلا بھی لیا۔

انہی دنوں ماورا بھی واپس آ گئی۔ وہ اس سے اکثر ملنے آ جاتی تھی۔ شادی کے بعد ایک دن وہ ارباز کے ساتھ اس کے پاس آئی۔ کچھ دیر باتوں کے بعد ماورا نے مسکراتے ہوئے کہا

"تمہیں اپنے کام کے لئے ایک اچھا، محنتی اور قابل ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی مخلص قسم کا منیجر ضرور رکھنا چاہئے۔"

"اتنی خوبیوں والا بندہ کہاں سے ملے گا، وہ بھی اس دور میں۔" وہ ہنستے ہوئے بولی

"اگر مل جائے تو رکھ لو گی؟" ماروا نے پوچھا

"کیوں نہیں۔" وہ سر ہلاتے ہوئے بولی

"انکار کی گنجائش نہیں ہو گی، ابھی سوچ لو۔" ماروا نے پھر کہا

"ڈن، تم کہو گی تو انکار نہیں کروں گی۔" اس نے حتمی انداز میں کہا تو ماورا نے سیل فون پر کال کی۔ اگلے لمحے اس کے سامنے جمال احمد کھڑا تھا۔ فارحہ کا سانس رُک گیا۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ پھر کرسی پر آ کر بیٹھتے ہوئے بولا

"میری نوکری پکی ہو گئی یا ابھی"....

"بولو فارحہ؟" ارباز نے پوچھا تو وہ کئی لمحے بات ہی نہ کر سکی پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولی

"پکی۔"

اسکے ساتھ ہی اس کا آفس قہقہے سے بھر گیا۔

اختتام